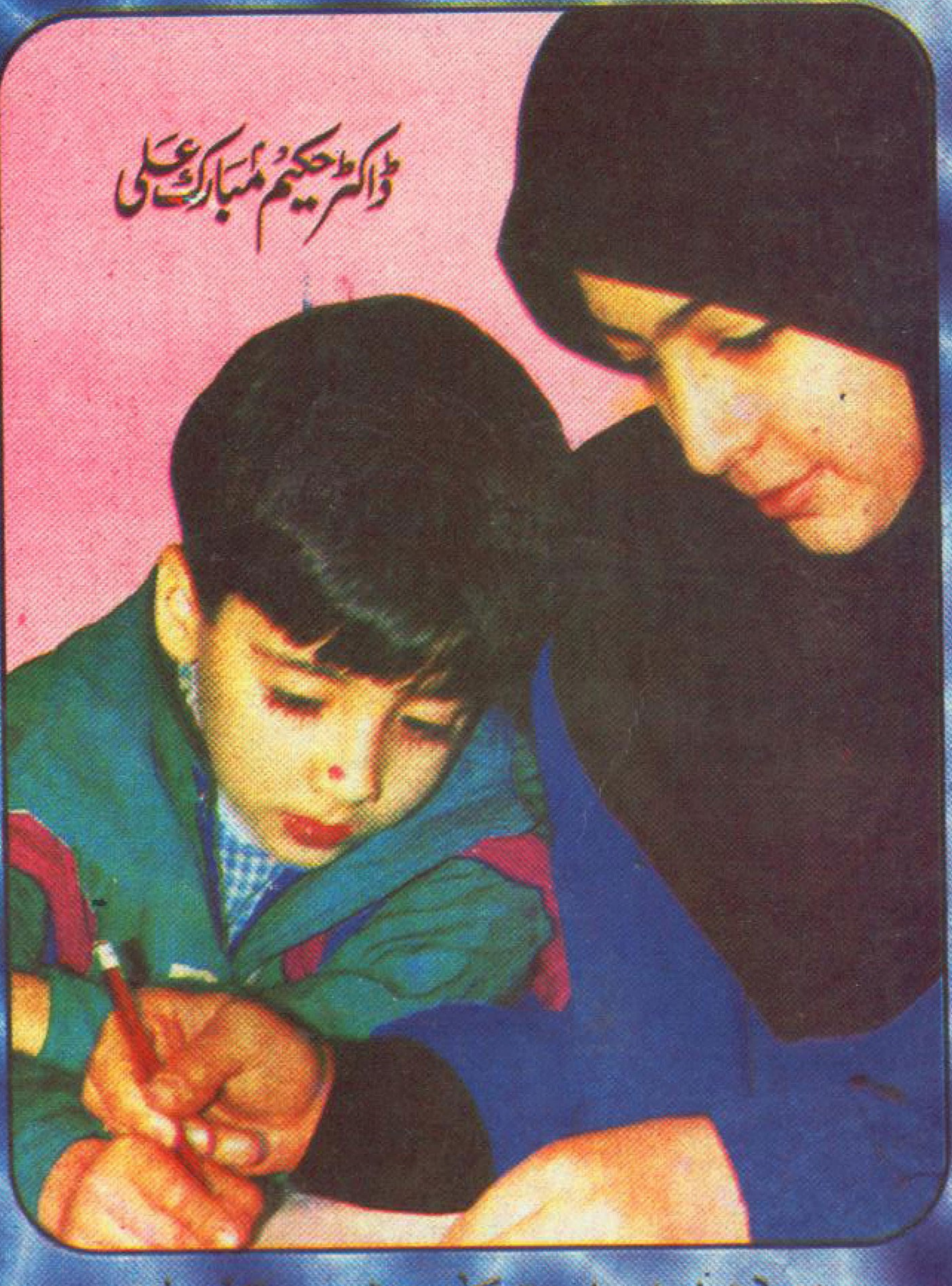
اولادِ نیک کیسے ہو؟



احیاءِ طبِ اسلام اک

اولاد نیک کیسے ہو؟

ڈاکٹر حکیم مبارک علی

احیاء طب اسلامی

نام کتاب	اولاد نیک کیسے ہو؟
مولف	ڈاکٹر و حکیم مبارک علی
نظر ثانی	پروفیسر حکیم سید طاہر حسین
کمپوزنگ	ناصر حسین (فالکن کمپوزنگ سینٹر)
ناشر	احیاء طب اسلامی
تعداد	1000
طبع اول	مارچ ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ

مذہبی دُنیا

۱۹۵۔ بخشی بازار، الہ آباد۔ ۲۱۱۰۰۳

MAZHABI DUNIYA 195, Buxi Bazar, Allahabad Ph.: 656347

☆ مشمولات ☆

کی خصوصیات رکھتی ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مرد تربیت اولاد کے لحاظ سے بالکل بری الذمہ ہوگیا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے کام کاج، مصروفیات کے بعد اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے توجہ دے گا۔ بہرحال مرد بیرون خانہ محنت مشقت کرکے حلال روزی کمانے کا ذمہ دار ہے کیونکہ وہ اس کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

"اولاد کی مادی، روحانی اور ذہنی تعلیم و تربیت نہ کرنا دراصل اولاد کا معنوی قتل ہے۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ نوجوان نسل اسلامی نظام ازدواج کے اصول و قوانین سے اچھی طرح واقف ہو اور اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہوکر اپنے گھر کو عشق و محبت کا گہوارہ، انس مودت کا مرکز بنا کر نیک ذہن اور صحت مند اولاد معاشرے کے سپرد کرے جو آئندہ نسلوں کو بھی سنوار سکے۔ ایسے ہی بچے معاشرے کو تاریکی اور جہالت، ظلم و ستم، ہوس پرستوں کے چنگل سے نکال کر سعادت، خوش بختی اور کامرانی کی طرف گامزن کرسکتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن الحکیم، سنت رسول مقبولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ کہیں پر اپنے ذاتی تجربوں، مشاہدوں اور روز مرہ رونما ہونے والے واقعات کی مدد سے اہم نکتوں کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ مرد و زن اسلامی ازدواجی نظام زندگی کے مطابق عمل پیرا ہوکر خوشحال زندگی اور نیک اور ذہین اولاد کے ضامن بنیں گے۔

ثم آمین

مبارک علی

انتساب

میری یہ حقیر کاوش بارگاہِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدۃ النساء العالمین کے نام جس نے حسنین وزینب جیسی اولاد کو اعلیٰ تعلیم وتربیت کرکے معاشرے کے سپرد کیا۔

مبارک علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

قارئین گرامی..........!

احیاء طب اسلامی پاکستان ایک مذہبی و طبی ریسرچ کا ادارہ ہے جس کا مقصد دور حاضر کے مسائل کا حل قرآن الحکیم و تعلیمات معصومین علیہم السلام کی روشنی میں پیش کرنا اور اسلام کی طبی و سائنسی تعلیمات کو جدید تعلیمات کی روشنی میں متعارف کرانا مقصود ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ادارہ کے شعبہ نشرو اشاعت نے اسلام اور میڈیکل سائنس' وضو کے طبی فوائد' نماز کے روحانی طبی فوائد کا اجراء کیا ہے۔

ادارہ یہ محسوس کرتا ہے کہ ہمارے معاشرے کے بہت سے مسائل ہیں۔ ان میں سے خصوصی مسائل اولاد نیک' ذہین اور صحت مند کیسے ہو۔ کیونکہ ادارے کا ایمان ہے کہ فرد سے معاشرہ بنتا ہے اور فرد صالح ہوگا تو معاشرہ خود بخود صالح ہوتا چلا جائے گا لہٰذا فرد کی اصلاح کے لئے ادارے نے ڈاکٹر مبارک علی کی توجہ اس جانب مبذول کروائی۔

قبلہ موصوف نے بڑی محنت کرکے ایک کتاب "اولاد نیک کیسے ہو" کی شکل میں پیش کردی جس کے ہم قبلہ ڈاکٹر صاحب کے بے حد ممنون ہیں۔

ادارہ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اشاعت کرکے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں اپنی بے لاگ آراء اور مفید مشوروں سے ضرور نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ہر قسم کی اغلاط و خطاؤں سے محفوظ رہنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

احیاء طب اسلامی کو فروغ دینا ایک ایسا کام ہے جس کی انجام دہی کے

لئے ہم سب کو تعاون کرنا چاہئے۔
ادارہ آپ سے اس کارِ خیر میں تعاون کی بھرپور امید کرتا ہے خداوند ہم سب کو توفیق خدمت حصول دین اسلام عنایت فرمائے۔ آمین

تعاون کا طلب گار!
سیکریٹری شعبہ نشرو اشاعت

معاشرتی مسائل اور اس کا حل

آج کے معاشرتی جھگڑوں کا ایک سبب یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے مشوروں کے بغیر شریک حیات کا انتخاب کرتے ہیں جو ان کے ہم خیال، ہم مزاج کفو نہ ہونے کی وجہ سے گھریلو فساد کا سبب ہوتے ہیں اور آخر طلاق تک نوبت آپہنچتی ہے۔

بے دین اور بد اخلاق مرد و عورت ایک دوسرے کی زندگی برباد کردیتے ہیں اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

خدا ہی جانتا ہے کہ اس سلسلے میں کتنی صلاحیتیں اور ذہانتیں برباد ہو رہی ہیں اور کتنی قیمتی طاقتیں اس وحشت ناک دلدل میں دھنس جاتی ہیں اور کتنی ہنس مکھ چہرے اس سلسلے میں پژمردہ ہوجاتے ہیں!! اس ازدواجی زندگی میں کتنے حوادث و المیے جنم لیتے ہیں! تباہی اس مرد کیلئے جس کو نالائق عورت سے سابقہ ہو اور بدنصیب ہے وہ عورت جس کو پست مرد سے سابقہ ہو۔

میں نے اکثر و بیشتر دیکھا ہے کہ دیندار نیک و شائستہ اور ذہین لڑکا ناشائستہ یعنی بداخلاق، بدزبان، بدکردار لڑکی سے شادی کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوجاتا ہے اور اسی طرح پاک دامن نیک اور ذہین و شائستہ لڑکی نالائق لڑکے سے شادی کے نتیجہ میں گندے کنویں میں گر پڑتی ہے اور اس کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے لڑکا یا لڑکی صحیح ہیں لیکن ایک دوسرے کے کفو (یعنی ہم خیال ہم مزاج) وغیرہ نہیں ہیں اس سے بھی مشکلات کھڑی ہوجاتی ہیں۔ اگر آپ کو سو فیصد ہم خیال نہیں ملتا یا ملتی تو پچاس فیصد تو ضرور ہو۔

یاد رکھیں! میاں بیوی کا نیک ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ دونوں کا ہم مزاج، ہم خیال ہونا ضروری ہے۔ والدین اپنی اولاد کے مزاج و خیال سے آگاہی رکھتے ہوں اور

ان کے مشوروں کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں کیونکہ۔۔۔ شوہر کے انتخاب کے بارے میں بیٹی سے مشورہ کرنا سنت رسولؐ ہے جیسا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ

حضرت علی علیہ السلام طلب گاری حضرت فاطمہ زہرہ اسلام اللہ علیہا کیلئے حاضر ہوئے رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو جواب دیا "اب تک کئی آدمی طلبگاری کیلئے آئے ہیں میں نے خود ان کی بات زہرہ سلام اللہ علیہا سے کہی، انہوں نے چہرے کے آثار سے اظہار نامنظوری کیا۔ اب میں تمہاری بات بھی کہوں گا۔"

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس گئے اور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان کئے اور فرمایا۔

میں تمہاری شادی روئے زمین پر سب سے بہتر شخص سے کرنا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے منہ نہ پھیرا اور شرم میں ڈوبی ہوئی تھیں، نگاہیں جھکالیں اور خاموش بیٹھی رہیں، سکوت سے رضا مندی کا اظہار دیکھ کر آنحضرت تکبیر کہتے ہوئے فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے۔

آپ نے دیکھا! کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں حضرت فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا۔

انتخاب میں آزادی

پریشان و ہراساں لڑکی رسول اکرمؐ کے حضور میں پہنچی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باپ کے ہاتھوں۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ آخر تمہارے باپ نے کیا کیا ہے تجھ سے؟

-----ایک بھتیجے سے' میرے مشورے کے بغیر میری شادی کردی!

-----اب تو وہ کر چکا' تم چپ ہو جاؤ مخالفت نہ کرو۔ تائید کردو اور چچازاد کی بیوی بن کر رہو۔

-----یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چچازاد سے مجھے محبت نہیں' ایسے شخص کی بیوی کیسے بنوں جس سے محبت نہین کرتی؟

-----اگر اس سے محبت نہیں' کوئی بات نہیں۔ تمہیں اختیار ہے' جاؤ جس سے تمہیں محبت ہے' اسے اپنا شوہر چن لو!

-----اتفاقاً" میں اس کو بہت چاہتی ہوں' اس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتی-----اس کے سوا کسی کی بیوی نہیں بن سکتی۔ بات تو اتنی ہے کہ میرے والد نے مجھ سے رائے کیوں نہ لی۔ میں جان کر حاضر ہوئی ہوں کہ آپ سے سوال جواب کروں اور یہ جملہ سن لوں' خواتین جہاں کو بتادوں کہ باپ بطور حتمی فیصلہ نہیں کرسکتا کہ اپنی بیٹیاں جس کو ان کا دل چاہے اس کے حوالے کردیں۔

ابن ابی یعفور کہتے ہیں

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے شادی کیلئے ایک عورت کو پسند کیا ہے اور میرے ماں باپ نے ایک دوسری عورت کو منتخب کیا ہے۔ (میں ان دونوں میں سے کس کا انتخاب کروں) آپؑ نے فرمایا "تم خود جس لڑکی کو پسند کرتے ہو اسے منتخب کرو اور جس عورت کو ماں باپ نے پسند کیا ہے اسے چھوڑ دو" (بحار الانوار)

یاد رکھیں! یہ حکم اس صورت کیلئے ہے جس میں ماں باپ نے ایک عمومی حیثیت سے کسی لڑکی کا نام تجویز کیا ہو خصوصی طور پر اپنی خواہش ظاہر نہ کی ہو۔ اگر انہوں نے خصوصی اور حتمی طور پر کسی لڑکی کو اس طرح پسند کیا ہو کہ لڑکے کی مخالفت ان کی

ناراضگی کا سبب بن سکتی ہو تو پھر معاملہ غور طلب ہوگا کیونکہ ماں باپ کی مخالفت ان کو اذیت پہنچانے کا سبب بنے گی اور یہ بڑا گناہ ہے۔ پس اسے ماں باپ کی رضامندی حاصل کرنی چاہیے تاکہ ان کی خوشنودی حاصل ہو کیونکہ ماں باپ کا حق اس سے زیادہ ہے جس کا لوگ عموماً تصور کرتے ہیں۔ (ازدواج در اسلام)

شریک حیات کے انتخاب کے طریقے

مشورہ

مشورہ کی قدروقیمت اور اہمیت کو سب ہی جانتے ہیں لہذا اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس نکتہ کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے کہ شریک حیات کے انتخاب میں کس سے مشورہ کیا جائے۔

عقلمند رہنما

خود رائی اور کسی سے مشورہ نہ لینا نوجوان کیلئے خطرناک ہے خصوصا" شریک حیات کے انتخاب میں مشورہ نہ کرنے سے ممکن ہے پشیمانی اور ناقابل تلافی خسارے سے دوچار ہونا پڑے۔ آئندہ زندگی کی تعمیر اور نکھار کے سلسلے میں مشورہ کی اہمیت پر حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے دشمن کے ساتھ اگر وہ عاقل ہو مشورہ اور تبادلہ خیال کرو۔ لیکن جاہل دوست کے نظریات سے مشاورت کے حساس مرحلہ پر پرہیز کرو۔

خداوند عالم مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے

اور شریک حیات کے انتخاب سے زیادہ اہم اور کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟!

پس ازدواجی زندگی اور شادی کے مسائل میں اس عقلمند رہنما سے مشورہ کرنا اور قدم قدم پر اسے ساتھ رکھنا چاہئے۔

خیر خواہ شخص

خیر خواہ شخص کے مشورے سے استفادہ اور اس کی پیروی کرو خواہ اس کا مشورہ آپ کیلئے پریشان اور رلا دینے والا کیوں نہ ہو لیکن اس شخص سے مشورے سے پرہیز کرو جو تمہیں خوش تو کرتا رہتا ہے اور ہنساتا بھی ہے، لیکن دھوکہ باز اور فریبی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام

ہر شخص سے مشورہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر مشیر میں مشاورت کی خصوصیات نہ ہوں گی تو مشورہ لینے والے کو گمراہ کردے گا۔ نتیجہ میں فائدہ سے زیادہ نقصان ہوگا۔

اوصاف مشیر

۱۔ دنیادار بے دین انسان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، دیندار انسان کے علاوہ کوئی بھی انسان قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ دیندار انسان ہر قضیہ کو اسلام کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے اور اسلامی معیاروں کے مطابق اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔

۲۔ عقل و فہم رکھتا ہو۔

۳۔ شریک زندگی کے انتخاب کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہو۔

۴۔ رائے کی آزادی۔ اپنے نظریہ اور عقیدہ کو کسی خوف اور غلط مصلحت اندیشی کے بغیر بیان کرتا ہو، جو آزادانہ طور پر اپنی رائے پیش نہ کرسکے ممکن ہے اپنی مصلحتوں کے تحت مشورہ دے اور مشورہ لینے والے کے حق میں مضر ثابت ہو۔

۵۔ مخلص و خیر خواہ ہو۔

٦۔ امین و رازدار ہو۔

والدین اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اور وہ نوجوان کیلئے مخلص و خیرخواہ مشیر ثابت ہوسکتے ہیں اپنے تجربات و نظریات سے اپنے بچوں کو مستفید کرسکتے ہیں لیکن اپنے نظریات ان پر نہ تھوپیں۔

وضاحت

دوسروں سے مشورہ لینے اور ان کے خیالات معلوم کرنے کے بعد آخری فیصلہ جوانوں کو فیصلہ خود کرنا چاہیے مشورہ کرنے والے کا مشیر سے ایسا رابطہ ہونا چاہئے جیسا کہ پائلیٹ (ہوا باز) کا ایئرپورٹ کے کنٹرول روم سے ہوتا ہے یعنی اس سے معلومات و ہدایات لے لیکن کنٹرول و فیصلہ خود اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ

"اپنے امور میں مسلمانوں سے مشورہ کیجئے اور خدا پر توکل کرکے عمل کیجئے۔"

شریک حیات کے لئے کن عورتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے

اپنے نطفوں کیلئے مناسب مقام کا انتخاب کرو۔ (رسول اکرمؐ)

ہر عورت کا رحم تمہارے بچوں کی پرورش کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تحقیق، مطالعہ اور چھان بین کرو۔ تاکہ اس اہم اور نازک کام کیلئے ایک مناسب ترین اور شائستہ ترین عورت کا انتخاب کرو۔

ایک مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو سبزیاں کوڑے کے ڈھیر کے پاس اگیں ان سے دور رہو۔

لوگوں نے پوچھا! "یارسول اللہؐ کوڑے کے ڈھیر کے پاس اگنے والی سبزیوں سے کیا مراد ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ وہ خوش شکل عورت جس نے پست اور رذیل خاندان میں پرورش پائی ہو۔"

اسلام نے مسلمانوں کا فاسد نسلوں میں مبتلا ہونے اور غیر صالح اولاد پیدا کرنے سے بچاؤ کیلئے شادی بیاہ کیلئے معاملے میں ضروری حفاظتی تدابیر اختیار کی ہیں مرد عورت کے تمام روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کی جانب توجہ دی ہے۔

جیسا کہ ایک اور مقام پر رسول اکرمؐ نے فرمایا

"کند ذہن اور احمق عورتوں سے شادی کرنے سے اجتناب برتو کیونکہ ایسی عورتوں کی ہم نشینی رنج اور مصیبت ہے اور اگر وہ کوئی بچہ پیدا کریں تو وہ بچہ ناکارہ ہو گا"

ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام ہے کہ

کھلم کھلا زانیہ عورت سے شادی نہ کرو۔ اسی طرح پاکدامن عورت اعلانیہ طور پر زانی مرد سے شادی نہ کرے مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں صدق دل سے اپنے اس ناشائستہ فعل سے نادم اور پشیماں ہو چکے ہیں۔ (بچے کی تربیت ص ۳۱)

تمہاری بدترین عورت بانجھ، گندی رہنے والی، ضدی اور نافرمان ہے۔ خاندان کی نظروں میں تو حقیر ہو لیکن اپنی نگاہوں میں مغز بنے۔ شوہر کی نافرمان اور دوسروں کے احکام بجالانے والی ہو۔ (رسول خدا وسائل ب ۷، ص ۳)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چچا کی لڑکی ہے جس کے حسن و جمال اور دینداری کو پسند کرتا ہوں لیکن وہ بانجھ ہے (کیا میں اس سے شادی کرلوں) آپؐ نے فرمایا "اس سے شادی نہ کرو" وسائل باب ۱۵ ص ۱

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"تمہاری بدترین عورت وہ ہے جو بے حیا اور ترش رو ہو" (مستدرک ب ۸ ص ۱۷)

شریک حیات کے انتخاب کا معیار

جبکہ ہر خصلت کے مثبت یا منفی محرکات خود انسان کے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

انسان کے اندر کی کیفیتوں کا تجربہ کبھی نہیں کیا گیا کبھی بھی انسان کی منفی صفات جیسے کنجوسی، لالچ، حسد، اس کی مثبت خوبیاں جیسے خدا پرستی، ظلم سے نفرت، مظلوم سے محبت، کمال پسندی، نوع دوستی وغیرہ ہیں۔ ان سب برائیوں یا اچھائیوں کا جو ربط معاشرتی مسائل سے ہے ان سب پہلوؤں پر کماحقہ غور و فکر کرکے نتیجے اخذ نہیں کئے گئے۔

یاد رکھیں!! جسمانی خرابی۔۔۔ غذا کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

روحانی اور ذہنی خرابی ۔۔۔۔ مختلف عوامل سے جب ذہن حرکات رذیلہ کا مالک ہوجائے تو فکر و عمل سے فساد پیدا ہوجانے سے انفرادی و اجتماعی خرابی پیدا ہونے لگتی ہے۔

اسلام نے جسمانی، روحانی اور ذہنی خرابی دور کرنے کیلئے مختلف تربیتی عمل اور اصول واضح کئے ہیں تاکہ انسان ان پر عمل پیرا ہوکر نیک انسان بن کر صالح معاشرہ کا قیام کرسکے۔

صالح معاشرے کے قیام کیلئے عورت ایک سرگرم رکن ہے اولاد کی تربیت میں اس کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے لہٰذا نیک اولاد کیلئے نیک اور ذہین و صحت مند اور باشعور بیوی کا ہونا لازمی شرط ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ صالح (نیک) عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور (شوہر) کی غیر موجودگی میں اپنی عصمت کی محافظ کرتی ہیں (نساء آیت ۳۸)

عورت سے نکاح کی چار چیزیں محرک ہیں۔

اول مال، دوئم جمال، سوئم خاندان، چہارم دین۔ مگر تم صرف دیندار عورت سے نکاح کرو۔ (ارشاد رسول خدا)

یاد رکھیں! ازدواج میں دین اور اخلاق معیار ہے نہ کہ خاندان اور مال و جمال میں یہ نہیں کہتا کہ آپ دیگر اوصاف کا بھی خیال ہی نہ رکھیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اول دین اور اخلاق کو معیار قرار دیں پھر خاندان کو کیونکہ جو دیندار اور بلند اخلاق کی مالکہ ہوگی یقیناً" وہ خاندانی لحاظ سے اچھی ہوگی۔ اس کے علاوہ دوسرے اوصاف پر بھی نظر رکھیں، اگر لڑکی ۷۰ سے ۵۰ فیصد پسند آجائے تو پھر مزید بہانے نہ تراشیں اور استخارہ کے پیچھے نہ جائیں۔ استخارہ صرف وہیں کرنا چاہیے جہاں معاملہ اہم ہو اور انسان کی فکر و عقل کام نہ کرے، جب مومن کا مشورہ موثر نہ ہو اس وقت جب مسئلہ ابہام اور تاریکی میں ایک نظر آنے لگے تو پھر استخارہ کرسکتے ہیں۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل معیار انتخاب حسن صورت اور مال و دولت کو دیکھ کر کیا جاتا ہے ناکہ دینداری کے اعلیٰ صفات، پرہیزگاری، سادگی اور اعلیٰ کردار دیکھ کر کیا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں ہزاروں نیک سیرت لڑکیاں محض حسن صورت یا مال و دولت نہ ہونے کی وجہ سے والدین کے گھر رسم و رواج پر سو سو آنسو بہا رہی ہیں اور زبان حال سے اپنے نسوانیت کی مخالفت کرکے کہہ رہی ہیں------ اگر تم حسن چاہو تو میرا چہرہ مت دیکھو کہ چہرہ تو بجھ بھی جاتا ہے میرے قدو قامت کو مت دیکھو کہ قد و قامت ٹوٹ بھی جاتے ہیں----- طلب ہے حسن کی تو پھر میری گہرائی میں جھانکو میرے اندر جو انسان ہے وہ سب سے خوبصورت ہے، حقیقی خوبصورتی تو وہ ہے جو ایمان و تقویٰ سے ظاہر ہوتی ہے۔

عورت نام اس کے حسن جسمانی اور تناسب اعضاء کا نہیں بلکہ اس کے حسن صفات کا ہے جس سے بہتر درس اخلاق دینے والی چیز دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتی (سبا تجبوری)

ظاہری حسن ڈھلتی چھاؤں ہے' لیکن سیرت باطنی کا حسن خوبصورتی سدا بہار ہوتا ہے۔

حسن صورت اچھی چیز ہے لیکن سیرت کی اہمیت بھی کم نہیں ہوتی۔ حسن صورت آنکھوں کو سیراب کرتا ہے اور حسن سیرت دلوں کو سیراب کرتا ہے۔

عورت کا ظاہری و باطنی حسن کو دیکھ کر انتخاب کرنا چاہیے۔ نا کہ ظاہری حسن دیکھ کر۔ اگر آپ نے صرف ظاہری جمال و مال کو دیکھ کر شادی کرلی تو وہ عورت بداخلاق' بدزبان ہے تو آپ کی زندگی اجیرن بن جائے گی۔ لہٰذا لڑکی کو صرف جمال و مال کو دیکھ کر شادی نہ کریں بلکہ اس کی دینداری' سیرت کو دیکھ کر شادی کرنا چاہیے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

جب کوئی شخص کسی عورت سے اس کے مال یا اس کے جمال کی وجہ سے شادی کرے گا تو وہ اس سے کچھ بھی نہ پائے گا۔ لیکن جب کوئی شخص کسی عورت سے اس کے دین کی وجہ سے شادی کرے گا تو اللہ عزوجل اس کو اس عورت کا مال بھی عطا کرے گا اور جمال بھی عطا کرے گا۔ (نوید حیات ص ۳۵)

لیکن اس جگہ جہاں پر مسئلہ بالکل صاف ہے عقل اس کو سمجھ سکتی ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک لڑکا خواستگاری کیلئے آیا ہے جو دین اور اخلاق کے اعتبار سے بالکل ٹھیک ہے اور وہ شادی کرسکتا ہے تو پھر بہانے بنانا' استخارہ کرنا یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

جو شخص بھی صرف حسن و جمال کی خاطر کسی عورت سے شادی کرتا ہے وہ

اس کے وجود میں اپنی مراد نہیں پائے گا اور جو شخص بھی صرف مال کی خاطر کسی عورت سے شادی کرے گا اللہ اسے اس مال کے حوالے کردے گا (اس مال کے سوا اسے اس عورت سے کچھ نہیں ملے گا) اس لئے تم ہمیشہ شادی کے لئے باایمان شریک حیات کو منتخب کرو۔ (وسائل ب ۱۷)

جو شخص کسی عورت کو اس کے مال کی خاطر حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی مال کے حوالے کردیتا ہے (وہ عورت کی دوسری خوبیوں سے خود کو محروم کرلیتا ہے) جو شخص کسی عورت سے اس کے حسن و جمال کی خاطر شادی کرتا ہے وہ اس عورت کی جانب سے ناگوار باتیں دیکھے گا اور جو شخص کسی عورت سے اس کی دینداری کی بناء پر شادی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھے گا۔ (وسائل ب ۱۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے محض اسے حسن و جمال کی خاطر شادی کرنے سے منع فرمایا۔

۔''اس کا مال اس کیلئے طغیان کا سبب بنے گا اور اس کا جمال اس کیلئے تباہی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ شادی کے بارے میں عورت کے دین و ایمان پر نظر رکھو (مستدرک باب ۱۲ ص ۳)

ارشاد پیغمبر اکرمؐ ہے کہ

جب تمہارے پاس انسان (لڑکی یا لڑکا) کی طرف سے پیغام آئے کہ جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو شادی کرلو اور اگر تم نے ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر عظیم فساد برپا ہوجائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے

فہمیدہ اور عقلمند عورت کی شادی فہیم و عقلمند مرد ہی سے کرنا چاہئے

ارشاد قدرت ہے کہ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور طیب و پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے اور طاہر و طیب مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ (سورۃ نور آیت ۲۶)

"اچھی طرح سمجھ کر شریک حیات کا انتخاب کرو کیونکہ لڑکے اپنے ماموں کی مانند ہوتے ہیں۔" (پیغمبر اکرمؐ۔ جواہر جلد ۲۹ ص ۳۷)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زوجیت میں احتیاط کریں۔ یعنی بیج ڈالنے سے پہلے یہ دیکھ لیا کریں کہ زمین صالح ہے یا نہیں تاکہ اولاد میں ماں کی طرف سے بری صفات پیدا نہ ہوں۔

ایک اور جگہ پر آنحضرت محمدؐ نے فرمایا۔

اپنے ہم کفو سے نکاح کرو اور اپنے میل کی بیوی ڈھونڈ اور اپنی آئندہ نسل کیلئے بہترین ماؤں کا انتخاب کرو۔

کائنات کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اس بارے میں نگاہ رکھو کہ تم اپنی اولاد کو کس ظرف میں رکھ رہے ہو کیونکہ عروق نسوانی "وساس" ہوتی ہیں۔

لفظ "وساس" کی تشریح کرتے ہوئے مشہور نعت المنجد کے مولف نے لکھا ہے کہ اس سے مراد "اخلاق والدین کو بچوں کی طرف سے منتقل کرنے والی" ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

عورت کیلئے بہترین صفات (ازدواجی زندگی کے سلسلے میں) مرد کی بدترین صفات سمجھی جاتی ہیں۔ یعنی غرور، خوف، بخل۔ اگر عورت مغرور ہوگی تو شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں جھکے گی، اگر وہ بخیل ہوگی تو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اگر خوف کھانے والی ہوگی تو وہ ہر آنے والی آفت کے بارے میں خوفزدہ ہوگی اور اتفاقاً بھی کسی شکاری کے جال میں نہیں پھنسے گی۔ (نہج البلاغہ)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

بابرکت رفیقہ حیات ایک ایسی خاتون ہے کہ جس کے ساتھ شادی کی اور جس کی زندگی کا خرچ کمتر ہو۔ (ازدواج در اسلام ص ۸۳)

روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابو بصیر رضہ سے پوچھا'

"جب تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا کرتا ہے؟"

ابو بصیر رضہ نے جواب دیا۔۔۔۔۔ "مجھے نہیں معلوم"

تب امام نے ارشاد فرمایا

"جب کوئی شادی کا ارادہ کرے تو اس کو دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔۔۔۔۔ اور اللہ عزوجل کی حمد بجالانی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے'

یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ شادی کروں' یا اللہ تو میری قسمت میں ایسی عورت قرار دے جو صورت اور سیرت میں بہترین ہو' پاکبازی میں درجہ کمال پر ہو' اپنے نزدیک میری سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہو اور میرے مال کی بھی' رزق میں سب سے زیادہ وسعت رکھنے والی ہو اور برکت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ یا اللہ تو مجھ سے ایسی اولاد عطا فرما جو پاکیزہ ہو اور تو اس اولاد کو میری زندگی اور موت میں میرا صالح نائب قرار دے"

حسب ونسب کی پستی جہالت میں ہے

امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار امام علی بن حسین علیہ السلام کی حج کے موقع پر ایک خاتون سے ملاقات ہوئی جس کے اعلیٰ اخلاق نے امام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ امام علیہ السلام نے سوال کیا کہ آیا یہ خاتون شادی شدہ ہے؟ کہا گیا کہ نہیں۔ میرے والد نے بغیر حسب و نسب کی تحقیق کئے اس کو رشتہ کی پیشکش کی اور بعد میں اس سے عقد کر لیا۔

انصار میں سے ایک شخص کو جب اس رشتے کی خبر ہوئی تو اس کو بہت برا محسوس ہوا کیونکہ ممکن تھا کہ خدانخواستہ وہ عورت حسب و نسب والی نہ ہو اور یہ چیز موجب اور باعث ملامت بنتی ہو۔ اس لئے ایک مدت تک وہ شخص اس عورت کے بارے میں تحقیق کرتا رہا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتی ہے اس کے بعد یہ شخص امام کی خدمت میں پہنچا اور یہ معاملہ حضرت کے گوش گزار کیا (کہ الحمد للہ آپ کی یہ زوجہ ایک باعزت اور مشہور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے)

امام نے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے عقلمند سمجھتا تھا (کہ خاندان کی شرافت کے بارے میں اس حد تک پابند ہو) کیا تم نہیں جانتے کہ پروردگار عالم نے اسلام کی برکت سے پستیوں کو ختم کر دیا ہے اور برائیوں کا ازالہ کر دیا ہے' احترام اور برتری کو پستی کی جگہ مقرر کیا ہے۔ مسلمان صاحب احترام ہے (جہاں بھی ہو) اس کی پستی اور رسوائی فقط اس کی جہالت میں ہے۔

شریک زندگی کیلئے کن مردوں سے اجتناب کرنا چاہئے؟

ایک مسلمان حسین بن بشار باسطی نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور اپنی لڑکی کی خواستگاری کے سلسلے میں آنے والے پیغام سے متعلق اپنا فریضہ دریافت کیا۔

وہ لکھتے ہیں

ہمارے عزیزوں میں ایک شخص میری لڑکی کا خواستگار ہے لیکن بداخلاق ہے۔ میرا کیا فریضہ ہے؟ اس سے اپنی لڑکی کا عقد کردوں یا نہیں؟ آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام نے جوابی خط لکھا'

اگر بداخلاق ہے تو اس سے اپنی لڑکی کا عقد نہ کرو۔

اسلام میں بے دین مرد سے شادی نہ کرنے کی علت اور وجہ بیان فرمائی وہ یہ ہے

کیونکہ عورت اپنے شوہر کے ادب (عقیدے اور کردار) کو اختیار کرتی ہے اور مرد اپنی زوجہ کو اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ (فروغ کافی جلد ۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

"جو شخص اپنی نیک شریف لڑکی کی شادی شراب خور سے کرے' اس نے اپنے عمل سے قطع رحمی کی۔ (بچے کی تربیت ۲۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"شراب خور اگر خواستگاری کرے تو اسے لڑکی کا رشتہ نہ دیں۔ (بچے کی تربیت ۲۳)

پاکدامن عورت اعلانیہ طور زانی (مرد) سے شادی نہ کرے۔ ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام۔ (تربچے کی تربیت ۳۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشد فرمایا

جس نے اپنی بیٹی کی شادی فاسق سے کی تو گویا اس نے اپنے حق پدری کو منقطع کردیا"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"جو شخص بھی اپنی عزیز بیٹی کو کسی بے دین کے عقد میں دیتا ہے اس پر ہر روز ہزار لعنتیں نازل ہوتی ہے۔ (مستدرک)

یاد رکھیں! صالح نسل پیدا کرنے کیلئے یہ حکم جاری کیا گیا ہے' کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس جوڑے سے آئندہ پیدا ہونے والی نسل دسیوں بلکہ سینکڑوں بچے پیدا ہوں' وہ سب غلط راہ پر چل پڑیں اور اپنے معاشرے کو تباہی سے دوچار کردیں اور یہ انسان (جس نے کسی بے دین اور شرابی کو اپنی لڑکی دی) ان کی بے شمار باتوں اور ان کو ملنے والی سخت سزاؤں میں حصہ دار بنے گا۔

معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں لڑکے کے اوصاف

مومنین میں بعض بعض کے کفو یعنی ہم پلہ نکل ہی آتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ کفو کو باعفت ہونا چاہیے اور اس کے پاس (معاشی) وسائل ہونے چاہئیں۔۔۔۔۔
(امام جعفر صادق علیہ السلام)

ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

اس کی شادی کسی خدا ترس آدمی سے کر۔ کیونکہ ایسا شخص اگر تیری بیٹی سے محبت کرے گا تو اس کو عزت دے گا اور اگر اس پر غضب ناک ہوگا تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔

امام علی النقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک صاحب کہتے ہیں میں نے شادی کے بارے میں ابو جعفر کی خدمت میں خط لکھا۔ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب آیا پیغمبر کرام نے فرمایا۔

"جب تمہارے پاس رشتہ کا کوئی ایسا پیغام آئے جس کی دینداری اور عمدہ اخلاق پر تمہیں اطمینان ہو تو شادی میں دیر نہ کرو۔ نہیں تو بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی۔

مناسب رشتے کو رد کرنا فتنہ و فساد کا سبب ہوگا

علی بن اسباط نے حضرت امام جواد علیہ السلام کو تحریر کیا۔

"مجھے اپنی لڑکیوں کیلئے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو (اخلاق و ایمان میں) میری طرح ہو کہ میں انہیں اس کے عقد میں دے دیتا"

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا

تم نے جو کچھ اپنی لڑکیوں کے بارے میں لکھا اس سے آگاہی حاصل ہوئی خدا تم پر رحمت کرے' لڑکی کے معاملے میں اس قدر احتیاط کی ضرورت نہیں۔

آنے والے رشتے پر نکتہ چینیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکی گھر میں بیٹھی رہتی ہے اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اس کا رنگ و روپ ختم ہوجاتا ہے۔ ازدواجی زندگی کا موسم بہار رخصت ہوجاتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا

اگر تیرے پاس کسی ایسے شخص کا پیغام آئے جس کے دین و اخلاق تجھے پسند آئیں تو اسے قبول کرلے' اس کی تنگدستی سے مت گھبرا۔

ارشاد خداوندی ہے کہ اگر (کنوارے مرد شادی کرلیں اور) مفلس ہوں خدا اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا۔ اللہ تعالیٰ کریم (اپنے بندوں کے حالات سے) باخبر ہے۔ (پارہ ۲۷)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اس سے زیادہ سخت مصیبت اور کوئی نہیں ہے کہ کوئی جوان مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی لڑکی سے عقد کی خواہش ظاہر کرے اور لڑکی کا باپ جواب دے کہ مجھے معاف کیجئے آپ مالی اعتبار سے میرے ہم رتبہ نہیں ہیں۔ (ازدواج در اسلام)

اچھے خاندان کی علامات

صالح اور شریف خاندان میں شادی کرو کیونکہ نطفہ کا اثر ہوتا ہے۔
(پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

عمدہ اخلاق، اچھی وراثت اور حسب و نسب کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔
(حضرت علی علیہ السلام)

دوسری جگہ پر حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔
پسندیدہ خصائل اور اچھے اخلاق انسان کی پسندیدہ وراثت کی دلیل ہیں۔
خاندانی فضائل کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے
"جس شخص کی خاندانی اصلیت شریف ہے، اس کا ظاہر و باطن شریف ہے
یعنی وہ ہر حالت میں شریف اور صفات پسندیدہ کا مالک ہے۔ (بچے کی تربیت ۲۲)

حسب ونسب کے بغیر تربیت

ایک بادشاہ اور اس کے وزیر کے درمیان تربیت کے مسئلے پر اختلاف ہوگیا۔ بادشاہ کا عقیدہ تھا کہ تربیت سے انسان کو (صحیح انسان) بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن وزیر کا یہ کہنا تھا کہ صرف تربیت مکمل طور پر انسان کو (صحیح انسان) نہیں بناسکتی بلکہ حسب و نسب کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

کئی روز تک اس مسئلے پر ان کی بحث ہوتی رہی مگر وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ بادشاہ نے وزیر کو سمجھانے کیلئے حکم دیا کہ کچھ بلیوں کو صحیح طریقے سے تربیت دی جائے۔ ایسی تربیت دی جائے کہ دسترخوان بچھایا جائے تو بلیاں اپنے ہاتھوں سے موم بتی پکڑ کر آرام و سکون سے کھڑی رہیں اور کھانے کی طرف اعتناء و توجہ نہ کریں تاکہ لوگ سکون سے کھانا کھالیں۔

جب بلیوں کی تربیت ہوچکی تو ان کا اچھی طرح امتحان لینے کے بعد ایک رات بادشاہ نے وزیر کو کھانے پر بلایا جب وزیر دسترخوان پر بیٹھ گیا تو وزیر نے دیکھا کہ چار بلیاں دسترخوان کے چاروں طرف کھڑی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے موم بتی ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی کھانے کی طرف توجہ نہیں دے رہی۔

بادشاہ نے کہا۔ "اے وزیر! تم دیکھ رہے ہو تربیت نے ان بلیوں کو کس طرح بنادیا ہے کہ یہ لذیذ کھانوں کی طرف توجہ تک نہیں دے رہی ہیں تم کس طرح کہتے ہو کہ صحیح تربیت انسان کو نہیں بناسکتی؟

وزیر خاموش رہا۔ کچھ روز بعد وزیر نے کچھ چوہے لئے اور اس طرح کہ کسی کو علم نہ ہو وہ چوہے دسترخوان پر لے آیا پہلے کی طرح بلیاں آئیں اور چاروں طرف

کھڑی ہوگئیں وزیر نے خاموشی سے چوہوں کو چھوڑ دیا۔ بلیوں نے جیسے ہی چوہوں کو دیکھا فوراً" موم بتیوں کو پھینکا اور چوہوں کی طرف لپکیں۔

وزیر نے کہا "اب آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے دیکھا صرف تربیت کسی کو صحیح طور پر نہیں بنا سکتی بلکہ حسب و نسب کا اچھا ہونا بھی ضروری ہے۔"

انسان کی اصلیت اچھے ماحول و تربیت میں دب جاتی ہے۔ ہاں اگر اسے بری سوسائٹی مل جائے تو اس کی اصلیت عود کر آسکتی ہے۔ یہ اس کی صحیح تربیت میں نقص کا سبب ہے۔

مگر حیوان کی اصلیت دبتی نہیں رک جاتی ہے۔ جیسے ہی موقع اسے ملتا ہے اس کی اصلیت عود کر آجاتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں خاندان اساس

آپ نے مالک اشتر کیلئے جو ہدایات فرمائیں وہ یہ ہیں کہ
"پھر ایسا ہونا چاہیے کہ تم بلند خاندان' نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا رابطہ و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ بزرگوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔ نہج البلاغہ

اخلاق حمیدہ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ۔
"بہت سے معزز لوگ بداخلاقی کی وجہ سے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوتے ہیں اور بہت سے پست لوگ اچھے اخلاق کی وجہ سے عزت اور شرف پالیتے ہیں۔"
ارشاد حضرت علی ہے کہ
"انسان کا بہترین ہم نشین اچھے اخلاق اور عمدہ صفات ہیں۔

عورت کے مادی اوصاف

اس سے قبل عورتوں کے ذہنی' روحانی اوصاف بیان فرمائے تھے اب میں مادی نقطہ نظر سے عورتوں کے اوصاف معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

چہرے کے لحاظ سے زیادہ جسامت رکھتی ہو۔۔۔۔۔ رسول خدا

شادی کرو ایسی عورت سے جس کی آنکھوں میں سیاہی زیادہ ہو اور رنگ گندمی ہو۔۔۔۔ بڑے پستان رکھنے والی اور قد درمیانہ ہو۔۔۔۔۔ امام اول حضرت علی علیہ السلام

(جس لڑکی کے) سرین بڑے ہوں گے اس سبب سے وہ اپنے شوہر کو محبوب ہوگی۔ (رسول خدا؟ تہذیب اسلام ۱۴۴)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

"جب تم میں سے کوئی شادی کا ارادہ کرے تو اس کو اس عورت کے بالوں کے بارے میں بھی پوچھنا چاہئے جیسا کہ اس کے چہرے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کیونکہ یہ حسن کی (دو قسموں میں) ایک قسم ہوتی ہے۔"

شادی سے پہلے مشاہدہ کر سکتا ہے؟

شریک حیات کے انتخاب کے سلسلے میں ایک دوسرے کا مشاہدہ کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس امر کو ان کیلئے ضروری بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ جناب رسول خدا کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

"جب بھی اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کا خیال پیدا کردے تو اس صورت میں تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس کا چہرہ اور شکل و صورت دیکھ لو اس لئے کہ یہ دیدار تمہارے ازدواجی روابط میں دوام اور پیار و محبت بڑھانے کا موجب ہے۔"

امام جعفر صادق سے اس لڑکی کو دیکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا جس کو کسی نے شادی کیلئے منتخب کیا ہو تو آپ نے فرمایا۔

"ایسی عورت جسے کوئی مرد اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے اس کے چہرے اور ہاتھوں کو (اس حصے تک جہاں چوڑیاں نظر آتی ہیں) دیکھنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ایک اور روایت میں منقول ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ۔ "وہ مرد جس نے کسی عورت سے شادی کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہو آیا اس عورت کے بالوں اور اور حسن کا مشاہدہ کر سکتا ہے؟

تو اس موقع پر امام نے فرمایا

اگر یہ کام محض پہچان اور آشنائی کی غرض سے ہو اور اس کا مقصد (ہوس رانی کا خیال نہ ہو) یعنی لذت حاصل کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

شادی کا مقصد

اول اصلاح برائے نفس

اپنے شریک حیات کے اشتراک و تعاون سے اپنے نفس کو گناہوں و برائیوں اور بداخلاقیوں سے محفوظ رکھیں اور صالح اعمال اور نیک پسندیدہ اخلاقی کردار کے ساتھ اپنے نفس کی تربیت کریں تاکہ انسانیت کے بلند مقام پر پہنچ جائیں اور خدا کا قرب حاصل کرسکیں۔

دوئم ذہنی سکون

ارشاد خداوندی ہے:

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے خود تمہاری جنس میں سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور عورت و مرد کے درمیان محبت کا رشتہ استوار کیا۔ اس میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ (سورہ روم ۳۰۔ آیت ۲۱)

ایک دوسرے کا حق ادا کرنے سے اظہار محبت کرنے اور شیریں زبان اختیار کرنے سے اخلاق کو شائستہ بنانے سے

چغل خوری اور عیب جوئی نہ کرنے سے

طعنے و بدکلامی سے پرہیز کرنے سے

ایک دوسرے کی خواہشات اور جذبات کا احترام کرنے سے

ساس سسر' نند وغیرہ کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے سے

برے وقت میں ہمت افزائی اور صبر کرنے سے۔ سکون حاصل ہوتا ہے

سوئم۔ تعلیم و تربیت اولاد

اچھی تعلیم و تربیت نیک اولاد کا سبب بنتی ہے

چہارم۔ ارتقاء برائے نسل

نسل کی ارتقاء اس حد تک کریں جہاں تک آپ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرسکتے ہیں اور جس سے عورت کی صحت کو نقصان نہ پہنچ سکے۔

یاد رکھیں۔

اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ہیں کہ جو تمہیں اور انہیں روزی دیتے ہیں اولاد کو قتل کرنا یقیناً" ایک بڑا گناہ ہے۔ (بنی اسرائیل آیت ۳۱)

نئی زندگی کا آغاز

تم اپنی نئی زندگی کا آغاز ایک ایسے سایہ دار درخت کے نیچے کر رہے ہو جس کے مختلف موسموں سے تمہیں گزرنا پڑے گا۔ کبھی بہار اور کبھی خزاں اور کبھی گرمی اور کبھی سردی ہوگی۔

یاد رکھیں!!

جہاں بہار کے پھول تمہاری گود میں گریں گے تو وہاں خزاں کے پتے بھی گریں گے۔ جہاں پھول ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔

بہرحال ان تمام موسموں سے ہر ایک انسان کو گزرنا پڑتا ہے چاہے غریب ہو یا امیر ہو، فقیر ہو یا شہنشاہ ہو، ان تمام موسموں کا مقابلہ صبر و تحمل مزاجی اور چھوٹی موٹی غلطیوں کے نظرانداز کرنے سے، پیار بھرے لہجے اختیار کرنے سے اور مستقل مزاجی سے جدوجہد کرنے سے ہوتا ہے۔

شب عروسی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا

جب دلہن تمہارے پاس بھیجی جائے تو اس کی پیشانی کے بالوں کو اپنے ہاتھ میں لو اور قبلہ رو ہو کر دعا کرو: اے خدا! مجھے میری امانت مل گئی' شادی کے معاہدے کے تحت میں نے اسے اپنے لئے حلال کیا۔ اے اللہ! اس کے بطن سے مجھے ایک مبارک اور ہر اعتبار سے مکمل فرزند عطا فرما اور شیطان کو میری نسل سے دور رکھ۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے

جب دلہن حجلہ عروسی میں داخل ہو تو شوہر کو چاہئے کہ دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر دلہن کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے عرض کرے۔ یا خدا! میری شریک حیات کو میرے لئے اور مجھے اس کیلئے مبارک بنا اور ہمیشہ ہمارے درمیان اتفاق و محبت برقرار رکھتے ہوئے ہماری زندگی کو مبارک بنا۔ اگر ہماری قسمت میں جدائی لکھی ہو تو اس جدائی کو بھی خیر و خوبی کے ساتھ مقدر فرمادے۔ (بحار ج ۱۰۳)

باپ کے خیالات اور اسکے اثرات نطفہ پر

حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس نے ان سے عرض کیا تھا کہ چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا آپ جیسا نیک کردار ہو۔ حضرت نے پوچھا تیرے دل میں میری کس قدر عظمت و منزلت ہے اس نے کہا آپ کی میرے دل میں بہت بڑی منزلت ہے مجھ کو آپ سے بڑی محبت ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا جب تو اپنی زوجہ سے مقاربت کرے تو دل میں میری طرف رجوع رکھنا اور تمام تر میرا خیال اور دھیان کرنا جب اس نے ایسا کیا اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو مخلوق میں سب سے زیادہ حضرت دانیال سے مشابہ تھا۔

(حیات القلوب جلد اول ص ۸۳۱)

ماں کے خیالات اور اسکے اثرات نطفہ پر

حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ۔ ن بیوی آئے دونوں کے رنگ گورے تھے اور انکی اولاد کا رنگ سیاہ تھا۔ باپ کہتا ہے کہ یہ میری اولاد نہیں ہے۔ میرا رنگ گورا ہے اور میری بچے کا بھی لیکن اس بچے کا رنگ کالا ہے ضرور اس کی ماں نے خیانت کی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "نہ تم نے خیانت کی نہ تمہاری بیوی نے یہ بچہ تمہارے ہی نطفے کا ہے" اب اس شخص نے حیرت سے پوچھا کہ "مولا گورے ماں باپ کا بچہ کالا کیسے ہو سکتا ہے؟" حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ "اس لئے ایسا ہوا کہ جب نطفہ ٹھہر رہا تھا تو تم ذکر خدا میں مشغول نہ تھے اور تمہاری بیوی کے ذہن میں کسی کالے حبشی کا تصور تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا" (تربیت اولاد ص ۳۸)

ازدواجی تکمیل کے وقت اچھے لوگ کا خیال ذہن میں رکھنے سے اچھی اولاد کی پیدائش کا سبب ہوا کرتا ہے۔

ماں کے خیالات اور اسکے اثرات نطفہ پر

حضرت علی علیہ السلام کے سامنے . ن بیوی آئے دونوں کے رنگ گورے تھے اور انکی اولاد کا رنگ سیاہ تھا۔ باپ کہتا ہے کہ یہ میری اولاد نہیں ہے۔ میرا رنگ گورا ہے اور میری بچے کا بھی لیکن اس بچے کا رنگ کالا ہے ضرور اس کی ماں نے خیانت کی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ "نہ تم نے خیانت کی نہ تمہاری بیوی نے یہ بچہ تمہارے ہی نطفے کا ہے" اب اس شخص نے حیرت سے پوچھا کہ "مولا گورے ماں باپ کا بچہ کالا کیسے ہو سکتا ہے؟" حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ "اس لئے ایسا ہوا کہ جب نطفہ ٹھہر رہا تھا تو تم ذکر خدا میں مشغول نہ تھے اور تمہاری بیوی کے ذہن میں کسی کالے حبشی کا تصور تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا" (تربیت اولاد ص ۳۸)

ازدواجی تکمیل کے وقت اچھے لوگ کا خیال ذہن میں رکھنے سے اچھی اولاد کی پیدائش کا سبب ہوا کرتا ہے۔

وراثت

بعض روایات میں ہے کہ حضرت محمد حنیفہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں امیر المومنین علیہ السلام کے علمبردار تھے بس جناب امیر علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ دشمن کی فوج پر بڑھ چڑھ کر حملہ کریں وہ کچھ دور بڑھے لیکن نیزوں اور تیروں کی بوچھار نے ان کو مزید بڑھنے سے روک دیا اور وہ کچھ دیر اپنی جگہ پر کھڑے رہے یہ دیکھنا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام تیزی سے ان کے پاس آئے اور فرمایا "ان ہی نیزوں اور تیروں میں بڑھ کر حملہ کرو۔"

وہ کچھ اور آگے بڑھے مگر پھر ٹھہر گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھا تو بڑھ کے ان کے پاس گئے' اپنی تلوار کا دستہ ان کے سینے پر مارا اور فرمایا "تیری یہ کمزوری تجھے ماں کی میراث سے ملی ہے۔" اور خود یوں حملہ آور ہو کر صفوں کو چیر کر رکھ دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس جملے سے ثابت کردیا کہ ضعف نسواں کا اثر جو حضرت محمد حنیفہؓ سے ظاہر ہوا وہ انہیں ان کے باپ کے وراثت میں نہیں ملا تھا کیونکہ حیدرؑ کرار کے یہاں کم ہمتی کا کوئی شائبہ نہیں مل سکتا بلکہ جناب محمد حنیفہ کا یہ توقف ان کی ماں کے اثر سے تھا۔

مشاہدے میں یہ نظر آتا ہے کہ بعض بیٹوں میں ان کے باپ کی صفتیں کچھ بھی منتقل نہیں ہوتیں اور ہم بہت سی مثالوں میں دیکھتے ہیں کہ قانون وراثت کارفرما نہیں ہوتا اور یہ بات انسان حیوان اور نباتات سب ہی دیکھی جاسکتی ہے کہ صفتیں جلد ہو کر رہ جاتی ہیں اور سابق سے لاحق تک نہیں پہنچتیں۔ مثلاً" ہم دیکھتے ہیں کہ بعض

لڑکے سفیدی مائل آنکھوں' سرخ بالوں اور سفید رنگ کے پیدا ہوتے ہیں جبکہ ان کے والدین ایسے نہیں ہوتے تو وہ صفتیں ان کی کسی بھی سابقہ نسلوں میں موجود ہوں گی جو ظاہر نہیں ہو سکی تھیں بلکہ پوشیدہ رہ گئی تھیں پھر کچھ ایسے مناسب حالات پیدا ہوئے کہ ان نسلوں میں پوشیدہ صفتیں ظاہر ہوگئیں جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباؤ طاہرین علیہم السلام کی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے ایک شخص سے پوچھا "کیا پیدا ہوا ہے تمہارے ہاں" اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہونا ہے! لڑکی یا لڑکا۔

پیغمبر اسلامؐ نے پوچھا "وہ کس سے مشابہ ہوگا"

اس فرد نے کہا "وہ اپنی ماں کے مشابہ ہوگا یا اپنے باپ کے!"

آنحضرت محمدؐ نے فرمایا۔ "یہ نہ کہو کیونکہ نطفہ جب رحم مادر میں قرار پاتا ہے تو اللہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس بچے تک جتنی نسلیں گزر چکی ہیں سب کو پیش کرتا ہے۔"

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"جس صورت میں بھی اللہ چاہتا ہے تجھے بناتا ہے۔"

یعنی خدا تمہارے اور آدم کے درمیان کی تمام صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بناتا ہے۔

دوئم۔۔۔ یہ کہ طبیعت میں کچھ۔ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں جو "جینیات" میں ابتدائی تغیر کا باعث بنتے ہیں جن کے نتیجے میں نئی صفات پیدا ہوتی ہیں اس صورت میں تین قسم کے حالات ممکن ہیں۔

اول۔۔۔۔۔ وراثتی صفتوں کا مسلسل ظاہر ہوتے رہنا۔

دوئم۔۔۔۔۔ وراثتی صفات کا کسی نسل میں مخفی ہوجانا اور ایک مدت تک

مخفی حالات میں پڑے رہنا۔

سوئم ــــــ نئی صفت کا ظاہر ہو کر آگے کیلئے مسلسل ہو جانا۔

ہر بچہ اپنی وراثتی خصوصیات اپنے والدین سے حاصل کرتا ہے جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سب بچوں کو ایک جیسا ہونا چاہیے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا وراثت کا (ارث) کا دارومدار جواہر تخلیق کی تعداد اور ترتیب پر منحصر ہے اور ہر بچہ میں اس کی ترتیب اور مختلف شخصیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔

بعض اوقات بچے کبھی ماں اور کبھی باپ پر جاتے ہیں کبھی آدھی صفت وہ ماں کی حاصل کرتے ہیں اور کبھی آدھی صفت باپ کی مثلاً" اگر آنکھوں کی رنگت ماں کی ہے توناک نقشہ باپ کا کبھی ماں اور باپ کی آنکھیں اگر کالی اور نیلی ہیں تو بچے کی آنکھیں نیلے اور کالے کے درمیان کا کوئی رنگ اختیار کرلیتے ہیں۔ والدین اگر لمبے قد کے ہوں گے تو بچے بھی ایسے ہوسکتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک پست قد ہو تو بچے ان دونوں کا درمیانی قد پاسکتے ہیں یا پھر پست قد ہوسکتے ہیں۔ جسمانی ساخت جواہر تخلیق کے ساتھ ساتھ اچھی غذا' تازہ ہوا اور ورزش نظام ہضم وغیرہ کو بھی دخل ہے اگر بچے کے جسم کو یہ تمام چیزیں مل رہی ہیں تو وہ ٹھیک طور پر نشوونما پائے گا۔

وراثت کے سلسلے میں ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اگر اتفاقی طور پر کوئی جسمانی خرابی پیدا ہوجائے یعنی کوئی شخص اندھا ہوجائے' لنگڑا ہوجائے' اس کا ہاتھ کٹ جائے وغیرہ تو یہ خصوصیات اولاد میں منتقل نہیں ہوتی کیونکہ یہ فرد کی حادثاتی اوصاف ہیں' لنگڑے افراد کی اولاد لنگڑی نہیں ہوتی۔

بعض بیماریوں کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ نسل در نسل چلتی ہیں مثلاً" دق سوزاک وغیرہ لیکن یہ نظریہ بھی ترک کردیا ہے دق کا سرچشمہ اصل میں موفوق والدین کے ہمیشہ قریب رہتا ہے۔

آتشک (Syphyles) اور بعض ذہنی امراض جو کہ اعصابی ہوتے ہیں کسی حد تک بچوں میں منتقل ہوجاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ بالکل ایسی حالت میں ظاہر ہوں بلکہ کچھ عرصے کے بعد وہ کسی بدلی ہوئی شکل میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔

جہاں تک اکتسابی اوصاف یعنی عادت' مزاج' رجحان' جذبہ' فنی مہارت وغیرہ کا تعلق ہے یہ سب اکتسابی ہوتے ہیں اور وراثت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔

ارشاد حضرت امام حسین علیہ السلام ہے

کیونکہ میں نے پاک پستان سے دودھ پیا ہے اور پاک آباؤ اجداد اور پاک صاحب عزت اور شریف سرپرستوں سے تربیت پائی ہے۔ اس لئے عزت' شرف اور آزادگی مجھے ورثے میں ملی ہیں اور میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ زندہ رہنے کیلئے ذلت اور خواری قبول کروں۔"

نفسیاتی امراض کے ماہر ڈاکٹروں نے ثابت کردیا ہے کہ ۴۶٪ فیصد بچے بیماریاں اپنی ماؤں سے ورثے میں پاتے ہیں۔ اگر مائیں صحت مند اور صحیح و سالم ہوں تو بچوں کا اعصابی نظام درست ہوتا ہے اور ان میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

جن افراد نے باوقار گھرانوں میں تربیت پائی وہ ہمیشہ آزاد' باعزت طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

جن افراد کی غلط تربیت ہوئی ہو وہ لوگ ذلت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کی آزادی سلب ہوجاتی ہے تو طبیعت میں کمینگی' خوشامد اور ذلت کے خیالات آنے والی نسلوں کو منتقل کردیتا ہے۔

اگر بچوں کو تربیت کا کام محض ان کی خوراک' لباس' صحت اور پڑھائی تک محدود ہوتو یہ کام بڑا سادہ اور آسان ہے لیکن تربیت میں بنیادی چیز اندرونی صلاحیتوں کی پرورش اور روحانی قوتوں کو پروان چڑھانا ہے۔ یہ بڑا دقیق اور نازک کام خاص توجہ کا طالب ہے۔

جنین اولاد پر ماں کے خیالات اور اسکے اثرات

عصمت فروش عورت کے ذہن میں جنسی لذت کا نشہ ہوتا ہے اور عصمت فروشی کے ذریعے سے حصول دولت کا تصور ذہن میں ہوتا ہے۔ ان خیالات سے عورت کے خون کے ذرات متاثر ہوتے ہوئے ان خیالات کو جذب کرتے رہتے ہیں۔ ایسے خیالات رکھنے والی عورت اپنی اولاد کو ایام حمل میں جو خون دے گی یا بعد پیدائش جو دودھ دے گی اس خون یا دودھ کے ذریعے سے وہ خیالات اپنی اولاد کو منتقل کرتی رہتی ہے۔ ایسی عورت کے یہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ جنسی خیالات کا مالک ہوگا۔ اسی طرح سے لڑاکی اور بیوقوف عورت کے اثرات خون یا دودھ کے ذریعہ سے اولاد میں منتقل ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد رسول خدا ہے کہ۔

ہر شخص کی سعادت اور بدبختی اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے۔ (بحار الانوار)

عورت جب حاملہ ہوجاتی ہے تو اسی وقت سے اس کی پرورش کی ابتداء شروع ہوجاتی ہے۔

ہر بچے کی سلامتی یا بیماری، طاقت، کمزوری، خوبصورتی، بدصورتی، خوش استعدادی یا بد استعدادی اور خوش اخلاقی یا بد اخلاقی کی بنیاد ماں کے رحم میں پڑتی ہے

سعادت وشقاوت کی دو قسمیں ہیں اول قضاء حتمی دوئم قابل تبدیلی

اول، قضاء حتمی۔۔۔۔۔ یہ وہ قسم ہے جو نہ تعلیم انبیاء علیہ السلام سے بدلتی ہے نہ طبی وسائل سے۔۔۔۔ خواہ اس کا تعلق جسم سے ہو جیسے بعض اعضاء کا نقص

یا جسم کا رنگ اور خواہ وہ روح سے متعلق ہو جیسے جنون یا ضعف عقل اور طبعی بیوقوفی وغیرہ اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ

"حماقت وہ مرض ہے جس کی کوئی دوا نہیں اور وہ بیماری ہے جو دور نہیں ہوتی۔"

دوئم، قابل تبدیلی---- یہ وہ قسم ہے جو قابل تبدیلی ہوتی ہے---- یہ کوئی حتمی تقدیر نہیں ہوتی کیونکہ اس کی صحیح تربیت اور دیگر وسائل سے بدلا جاسکتا ہے۔ مثلاً" اگر بچہ بعض جسمانی امراض کو وراثت میں پاتا ہے تو صحیح علاج کے ذریعے اس کو دور کیا جاسکتا ہے۔ جیسے صالح ماں باپ کا بچہ فطری طور پر صالح و سعادت پاتا ہے لیکن پیدائش کے بعد اگر ماحول اچھا نہ ملے تو یہ صالح سعادت، فساد و شقاوت میں بدل سکتی ہے اور بری ماں کا بچہ صحیح تربیت اور اچھے ماحول کی بدولت نیک بن سکتا ہے۔

بہرحال رحم مادر میں سعادت و شقاوت کی صلاحیتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن پیدائش اور بلوغ و کمال کے بعد سعادت یا شقاوت کی راہ پر چلنے کیلئے جو اہم ترین محرک ہے وہ انسان کا خود اپنا ارادہ ہے جس کی بناء پر اس کے انجام خیر یا انجام شر کا تعین ہوتا ہے۔

حقیقت سعادت یہ ہے کہ انسان کے عمل کا خاتمہ سعادت پر ہو اور حقیقت شقاوت یہ ہے کہ اس کے عمل کا خاتمہ شقاوت پر ہو۔ (امام جعفر صادق علیہ السلام)

کبھی سعید (یعنی نیک بخت) شقی بن جاتا ہے اور کبھی شقی نیک بخت اور سعید بن جاتا ہے۔ (رسول خدا تفسیر روح البیان جلد اول ص ۱۰۲)

اگر عورت پاکیزہ خیالات اور پرہیزگار ہوگی وہ خیالات خون یا دودھ کے ذریعہ سے اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ نیک عورت کے یہاں۔ نیک اولاد پیدا ہوگی مگر والدین کی لاپرواہی اور خاندان محلّہ، اسکول کا غلط ماحول ملنے سے وہ نیک بچہ بد بن

جاتا ہے اور اس بچے کے اچھے خیالات دب جاتے ہیں اور اس کی جگہ پر برے خیالات جگہ گھیر لیتے ہیں جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

عادت عام آدمیوں کیلئے دوسری طبیعت ہے جو اس میں رچ بس گئی ہے۔

(کودک از نظر وراثت و تربیت

عادت اچھی ڈالیں

زندگی کے مختلف شعبوں میں عادت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مشق اور تکرار کی بدولت لوگوں کو بہت سے سخت اور طاقت فرسا کاموں کی عادت پڑجاتی ہے اور وہ انہیں بڑی آسانی سے انجام دے دیتے ہیں اگر والدین بچوں کو صحیح اور اچھے کام کرنے کی عادت ڈالیں اور مسلسل توجہ سے انہیں اچھے کاموں کا خوگر بنائیں تو رفتہ رفتہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر نیکیوں کی جانب مائل ہوجائیں گے اور ایک وہ وقت آجائے گا کہ ان میں اچھائیاں رچ بس جائیں گی۔

حضرت علی سلام فرماتے ہیں

،صعب السیاسیات نقل العادات

مشکل ترین سیاست لوگوں کی عادات کو تبدیل کرنا ہے۔ (غرر الحکم ص ۱۸۱)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں،

عادت انسان پر مسلط ہوجاتی ہے۔ (غرر الحکم ص ۵۸۰)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں،

بری عادت پر غلبہ پالینا افضل ترین عبادتوں میں سے ہے (غرر الحکم ص ۱۷۶)

والدین کو غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے اور تعلیم وتربیت کو آئندہ پر ٹالتے رہنے سے وہ اس عمر تک پہنچ جائیں کہ ان بچوں میں اچھے یا برے اخلاق و کردار یا اچھی بری عادتوں کے بارے میں تقریباً" ایک مزاج اختیار کرچکا ہو کیونکہ ابتدائی مراحل میں تربیت عادتوں کے تبدیل کرنے کی نسبت کہیں آسان ہے۔ عادت کا تبدیل کرنا اگرچہ ناممکن نہیں تاہم اس کیلئے زیادہ آگاہی، صبر، حوصلے اور کوشش کی ضرورت پڑتی

ہے لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اول ہی روز سے بچے کی اچھی عادتیں ڈال دی جائے تاکہ بعد میں آپ کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

"جھوٹ سے پرہیز کر خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' سنجیدگی سے بولا جائے یا مذاق سے۔ اس لئے کہ آدمی جب چھوٹا جھوٹ بولتا ہے تو اس میں بڑا جھوٹ بولنے کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔"

(وسائل الشیعہ ج ۳ ص ۲۳۲)

اسلام بچوں میں عبادات کی انجام دہی' انسانی فضائل کے حصول اور گناہ کی آلودگیوں سے دور رکھنے کی عادت پیدا کرنے کی جو تاکید کرتا ہے وہ روح ایمان کے استحکام کا ایک طاقتور عامل ہے۔ اس عمل کے ذریعہ انہیں ان کی آئندہ زندگی میں معاشرہ اور ماحول کے ضرر رساں اثرات سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں

گناہوں اور آلودگیوں کو ترک کرنے کی ابتداء اپنے نفس پر غلبہ سے کرو۔ اس کے بعد ہی تم آسانی سے اپنے نفس کو اللہ کی بندگی و فرمانبرداری کی طرف لے جاسکو گے"

(غررالحکم۔ ص ۵۰۸)

امام جعفر صادقؑ علیہ السلامؑ نے حضرت مسیح کے بارے میں روایت فرمائی ہے کہ'

حضرت مسیح علیہ السلامؑ نے فرمایا' موسیٰ بن عمران نے آپ کو زنا نہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے ذہن میں زنا کا خیال بھی نہ لائیں' زنا کرنا تو دور کی بات ہے چونکہ جو زنا کا خیال دل میں لاتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو خوبصورت گھر میں آگ روشن کرتا ہے اور آگ کے دھوئیں سے اسے سیاہ اور خراب

کرتا ہے۔ اگرچہ یہ گھر جلتا تو نہیں لیکن دھویں سے خراب ہوجاتا ہے۔

یعنی زنا کا خیال خواہ مخواہ انسان کے دل میں سیاہی اور تیرگی پیدا کرتا ہے اور پاکیزگی قلب کیلئے ضرر رساں ہے۔ اس کے اثرات جنین اور اولاد پر برے پڑتے ہیں لہٰذا جہاں تک ہوسکے اپنے ذہن کو معروف رکھیں خالی وقت میں زبان پر ذکر خدا و رسولؐ اور آل محمدؐ جاری و ساری رکھیں۔ درود شریف پڑھتے رہیں توبہ استغفار کی تسبیح کرتے رہیں۔

حرام کمائی کے اثرات اولاد میں منتقل ہوتے ہیں

اسلام حلال غذا کھانے کی تاکید کرتا ہے کہ حرام کی کمائی کا بچے کی زندگی پر نہایت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی (جج) کو رشوت اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اس کے حق میں حکم صادر کرے جس سے حقدار کا حق یا جان و مال تلف ہو۔ ایسے جج کے ذہن میں ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کسی طریقے سے دولت آئے' جب جج میں لالچ اور حرص بڑھ جاتی ہے تو وہ اپنے مفاد کیلئے ناحق فیصلہ کرتا ہے جس سے معاشرے میں برائیاں جنم لیتی ہیں اور جج کی یہ فکر یا خیالات جج کو شقی القلب بنادیتی ہے کیونکہ دولت کے لالچ میں وہ بے رحم ہوکر فیصلہ کرتا ہے اس کی یہ بے رحمی شقی القلبی کی علامت ہے۔ ہر وہ ذریعہ جہاں سے ظلم' بے رحمی سے دولت حاصل کی جائے۔۔۔ ایسے خیالات رکھنے والے افراد (جج) کے خون کے خلیے متاثر ہوتے ہوئے وہ خیالات کو جذب کرتے رہتے ہیں۔ یہی خون مختلف منازل طے کرتا ہوا جوہر انسانی (منی) کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ شقی قلب کا مالک ہوگا۔ ہاں اگر پیدائش کے بعد اس کی صحیح تعلیم و تربیت اور اچھا ماحول میسر آیا تو برے اوصاف دب سکتے ہیں۔ اگر صحیح تعلیم و تربیت میسر نہ آئی تو وہ بچہ بڑا ہوکر دولت کی خاطر ظلم کرتا ہوا نظر آئے گا۔

حرام کمائی کا ایک واقعہ

ابتدائے اسلام کا زمانہ ہے پیغمبر اسلامؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بازار سے گزر رہے ہیں۔ سب نے دیکھا کہ بچے راستے میں کھیل رہے ہیں۔ بچوں نے بھی پیغمبرؐ اسلام کو دیکھا۔ جو نیک بچے تھے سب نے سلام کیا۔ مگر ایک بچے نے بہت عجیب و غریب حرکت کی۔ سلام تو اس نے بھی کیا مگر اس نے مذاق بھی اڑایا۔ رسول خداؐ کی توہین کی۔ پیغمبر اکرمؐ نے بچے سے سوال کیا جواب اس طرح دیا۔

وعلیک اسلام یا ولد الحرام۔۔۔ اے حرام کی اولاد تجھ پر بھی سلام ہو۔

اصحاب نے یہ واقعہ اس بچے کے باپ کو سنایا تو اس کا باپ روتا ہوا پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ۔ "آپ اللہ کے رسولؐ ہیں غلط نہیں کہہ سکتے۔ پہلے میں معافی چاہتا ہوں کہ میرے بچے نے آپ کی توہین کی لیکن آپ نے میرے بچے کو حرامی کہا۔ اس کی حرامی ہونے میں میرا قصور ہے۔ یا میری بیوی کا" اور اس نے اپنی بیوی کو قصور وار ٹھرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیرے بچے کے حرامی ہونے میں تیری بیوی ذمہ دار نہیں بلکہ تو ذمہ دار ہے" اس نے کہا یا رسول اللہؐ کیسے؟ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ "جس رات تیرے اس بچے کا نطفہ ٹھرا تو تیری کمائی حرام کی تھی۔ حرام کی کمائی سے جو غذا حاصل کی گئی اور اس سے جو نطفے کا اثر یہ ہوا کہ بچہ گستاخ رسولؐ بنا اور رسول اکرمؐ نے بچے کو حرامی کہا"

حرام غذا معدہ سے مختلف منازل طے کرتا ہوا خون وغیرہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ خون ہی کے ذریعے سے تمام جسم کے خلیوں اور دیگر مخلوق کو غذا میسار ہوتی ہے اور جب نطفہ انسانی جسم سے غذا کو جذب کرلیتا ہے تو ان کے اثرات ان میں منتقل ہوجاتے ہیں جس سے بچہ کو اچھی تعلیم و تربیت نہ ملنے کی وجہ سے وہ اثرات عود کر

آجاتے ہیں۔ اب اگر معاشرے میں حلال یا حرام غذا کا تصور ہی ختم ہوجائے تو بچے بدکردار ہی بنیں گے۔ یزید اور سلمان رشدی بنیں گے لہٰذا حرام غذاؤں سے پرہیز کرنا دراصل آئندہ نسل کو برائی سے بچانا ہے۔

حرام لقمہ

حرام لقمہ کھانے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

جب کسی بندے کے پیٹ میں حرام مال کا ایک لقمہ چلا جاتا ہے اور بدن کا جز بن جاتا ہے تو آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (سفینہ البحار جلد اول ص ۲۴۵)

ہر وہ گوشت جو حرام مال کھانے کی وجہ سے نشوونما پایا ہو جہنم کی آگ میں جلنے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ اور بے شک ایک لقمہ بھی کچھ نہ کچھ گوشت کی نشوونما کردیتا ہے۔ (رسول خدا سفینہ البحار جلد او ص ۲۴)

ایام حمل میں حرام غذا کھانے کے اثرات

علامہ مجلسی۔رحمتہ اللہ علیہ اپنے بچے کو مسجد لے کر جاتے ہیں۔ اب بچہ کبھی کھیلتا ہے اور کبھی سجدے کرتا ہے۔ ایک مومن آیا اور اس نے پانی سے بھر کر مشکیزہ رکھا اور نماز پڑھنے لگا۔ اب بچے کے ذہن میں شرارت سمائی اور اس نے اس مومن کے مشکیزے میں سوراخ کردیا۔ مشکیزہ پھٹ گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔ نماز کے بعد علامہ مجلسی رحمتہ اللہ علیہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو بہت غمگین ہوئے اور سوچ کر کہنے لگے

کہ "میں نے کوئی حرام کام نہیں کیا، واجب مستحب اور حرام کا خیال رکھا، ایسا ظلم میرے بچے نے کیسے کیا؟ یقیناً" یہ غلطی ماں کی طرف سے ہوئی ہے" اب انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ "ہمارے بچے نے یہ ظلم کیا کہ ایک مزدور کے مشکیزے کو نقصان پہنچایا اور اسکا پانی بہادیا۔ اس نے ایسا کیوں کیا یقیناً" ہماری غلطی ہے" ماں نے سوچا اور کہا "ہاں میرا قصور ہے حمل کے دوران میں محلے کے کسی گھر میں چلی گئی تھی اور اسمیں انار کا درخت تھا میں نے مالک کی اجازت کے بغیر سوئی انار میں داخل کردی۔ اور اس سے رس نکلا اسے میں نے چکھا اور اس کو میں نے نہیں بتایا۔"

آپ نے دیکھا! اس ذرا سے حرام فعل کے اثرات سے اولاد پر کس طرح مرتب ہوتے ہیں لہٰذا عورت کو چاہیے کہ وہ حرام غذا سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی اولاد کو شر کے فعل سے بچائے۔

حلال لقمہ

"عبادت کی ستر اقسام ہیں ان میں سب سے افضل قسم کی عبادت حلال روزی کمانا ہے۔" (رسول خداؐ)

غذاؤں کے اثرات

یاد رکھیں مختلف غذائیں مختلف صفات پیدا کرتی ہیں اور ان غذاؤں سے جو خون بنے گا، اس خون سے جوہر انسانی (منی) بنے گی اس سے جو مولود پیدا ہوگا اس میں غذاوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ مختلف غذائیں کھانے والے کے مزاج و جوہر اور جسم کا

جز بنتی ہیں۔ کھانے والے کے اخلاق و صفات میں غذا کی جنس کے اخلاق و صفات رونما ہوتے ہیں۔

خنزیر کے مزاج میں کیونکہ شہویات کی طرف حد درجہ کی رغبت و میلان ہوتا ہے۔ جو لوگ خنزیر کھاتے ہیں ان میں خنزیر کے صفات و مزاج رونما ہوتے ہیں۔ وہ لوگ بے [illegible] ہوجاتے ہیں اور معاشرے میں جنسی فساد برپا کرتے ہیں اور پرسکون معاشرے کو جنسی (برائی) کا گہوارہ بنادیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سور کے کھانے سے مندرجہ ذیل امراض جنم لیتے ہیں۔ مثلاً" پٹھوں کا درد، جگر، انتڑیوں کے امراض، سرطان اور پیچش، مثانہ کی خرابی، امراض قلب، الر، مرگی، خون میں کولیسٹرول اور یوریا کے اضافے سے امراض قلب پیدا ہوتے ہیں۔

سور خور عورت کے دودھ کے اثرات

سور خور عورت کا اثر دودھ کے ذریعے شیرخوار بچے پر اثرانداز ہوتا ہے کیونکہ سور خور عورت جو خون پیدا ہوگا وہی خون مختلف منازل طے کرتا ہوا دودھ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ یہی دودھ بچے کا جزو بدن بن جاتا ہے۔ ہر شے کا ایک مزاج و اثر ہوتا ہے۔ سور خور عورت کا مزاج شہویات کی طرف مائل رہتا ہے۔ وہ اثرات دودھ کے ذریعے اولاد میں منتقل ہوجاتے ہیں۔

حرام غذائیں استعمال کرنے سے نسل میں برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غذائیں بھی نسل میں اچھے اوصاف پیدا کرنے اور خوبصورت بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ لہٰذا اسلام نے مختلف غذاؤں کو حلال اس لئے قرار دیا ہے تاکہ انسانی معاشرے میں اچھے اوصاف پیدا ہوں۔

ناشپاتی کے بارے میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد گرامی ہے کہ' ناشپاتی کھایا کرو کیونکہ اس میں تین خصوصیات ہوتی ہیں' اول وہ دل جمعی عطا کرتی ہے' دوئم بخیل کو سخی بنادیتی ہے' سوئم بزدل کو شجاعت بنادیتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول خدا نے امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا'

اے علی علیہ السلام جو تین دن تک مسلسل نہار منہ ناشپاتی کھائے تو اس کا ذہن صاف ہوجاتا ہے' علم و حلم سے پر ہوتا ہے اور ابلیس و فوج ابلیس سے محفوظ رہتا ہے۔

ارشاد حضرت علی علیہ السلام ہے

عورتوں کو بچہ جننے کے بعد خرما کھلاؤ تاکہ اولاد دانا ور بردبار ہو۔

ارشاد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ہے'

اپنی حاملہ عورتوں کو کندر (کندر ایک قسم کا گوند ہے جو مصطگی سے مشابہ ہوتا ہے اور بلغم کیلئے نافع ہے) کھلاؤ کہ جس بچے کو ماں کے پیٹ میں کندر کی غذا پہنچے گی اس کا دل مضبوط ہوگا اور عقل زیادہ اور لڑکا ہے تو بہادر بھی ہوگا اور لڑکی ہے تو اس کے سرین بڑے ہوں گے اس سبب سے وہ اپنے شوہر کو محبوب ہوگی۔ (تہذیب اسلام ص ۱۴۴)

بہی دانہ کھاؤ کیونکہ بہی دانہ عقل کو بڑھاتا ہے' غم کو دور کرتا ہے اور بچے کو نیک کرتا ہے۔ (ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم مکارم اخلاق ج اول ص ۱۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا تو فرمایا کہ اس کے باپ نے ہم بستری کی رات بہی کھائی ہوگی۔ (بچے کی تربیت ص ۲۴)

ایک حدیث میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے زیتون کے بارے میں ارشاد ہے کہ

بڑی اچھی غذا ہے منہ کو خوشبودار بناتی ہے بلغم کو دور کرتی ہے چہرے کو صفائی اور تازگی بخشتی ہے اعصاب کو تقویت دیتی ہے اور غصے کی آگ کو بجھاتی ہے۔

ارشاد امام جعفر صادق علیہ السلام

جو شخص امرود سے ناشتہ کرے' آب کمر (منی) کو صاف اولاد خوبصورت پیدا ہو۔ امرود مقوی قلب اور صافی دل ہے امرود' جسم کو خوبصورت بناتا مفرح دل و دماغ اور تمام اندرونی اعضاء کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

ارشاد رسول خدا ہے کہ'

تمہارے لئے منقیٰ موجود ہے جو چہرے کے رنگ کو نکھارتا اور بلغم نکالتا ہے۔ منقیٰ سے اعصاب کو قوت' رنگ میں نکھار ہی نہیں بلکہ غم و حزن سے نجات دلاتا ہے۔ (رسول خدا)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'

ماؤں کو چاہئے کہ دوران حمل کے آخر مہینوں میں کھجور کھائیں تاکہ ان کے بچے خوش اخلاق اور بردبار ہوں (مستدرک ج ۳ ص ۱۱۳)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'

بہی دانہ کھاؤ اور اس اچھے پھل کو اپنے دوستوں کو ہدیہ کے طور پر دو۔ کیونکہ بہی دانہ آنکھوں کی بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور دلوں کو مہربان کرتا ہے۔ حاملہ عورتیں بھی اس میوے سے خوب استفادہ کریں تاکہ ان کی اولاد نیک اور خوبصورت ہو۔ (مستدرک جلد ۳ س ۳۶)

امام علی رضا نے فرمایا'

بہی دانہ عقل و دانائی کو بڑھاتا ہے۔ (مکارم اخلاق جلد ا ص ۵۶۵)

ارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

جو زچہ تازے چھوارے کھائے گی میں اس کے بچے کو حلیم و بردبار کردوں گا۔

مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں

ارشاد خداوند کریم ہے
"لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور گروہوں اور قبیلوں
ں تقسیم کیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے
ا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے" (سورہ حجرات ۴۹ آیت ۱۳)
امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔
"اس سے زیادہ سخت مصیبت اور کوئی نہیں ہے کہ کوئی جوان مسلمان اپنے
ی مسلمان بھائی کی لڑکی سے عقد کی خواہش ظاہر کرے اور لڑکی کا باپ جواب دے
۔ مجھے معاف کیجئے آپ مالی اعتبار سے میرے ہم رتبہ نہیں ہیں۔ (مستدرک)
امیرالمومنین سے لوگوں نے پوچھا۔
"کیا یہ بات جائز ہے کہ ہم عرب عورتوں کی شادی، غیر عرب مردوں سے
دیں؟"
آپ نے فرمایا۔
"تم سب کے خون برابر ہیں، کیا تمہارے فرج برابر نہیں؟" (مستدرک)
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تبیہ قریش کی عورتوں کی غیر عرب مردوں کے ساتھ
ی کردیتے تھے تاکہ شادیوں کا معیار نیچے آئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کی پیروی
یں۔ (مستدرک)
امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔
"شادی میں کفو یہ ہے کہ مرد پاکدامن اور بیوی کا خرچ پورا کرنے پر قادر

ہو" (مستدرک)

عبدالملک مروان کی طرف سے ایک جاسوس مدینہ میں تعینات کیا گیا تھا جو مدینے کی چھوٹی بڑی تمام خبریں مرکز خلافت کو بھیجتا تھا۔

حضرت سجاد علیہ السلام کی ایک لونڈی تھی' آپ نے اسے آزاد کردیا اور اسلام کے حکم کفو کے مطابق اس کے ساتھ شادی کرلی' جاسوس نے اموی خلیفہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس پر عبدالملک نے ایک توبیخ آمیز خط امام علیہ السلام کو لکھا۔

"مجھ تک پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق آپ علیہ السلام نے اپنی آزاد کردہ لونڈی کے ساتھ شادی کی ہے' جبکہ آپ کسی ہم رتبہ سے جس کا تعلق قریش کے معزز خاندان سے ہوتا شادی کرسکتے تھے۔ یہ بات عزت و شرف کا بھی سبب بنتی اور اصیل و نجیب اولاد بھی حاصل ہوتی۔ آپ علیہ السلام نے یہ نامناسب شادی کرکے نہ اپنی بہتری کا خیال کیا ہے اور نہ اس اولاد پر رحم کھایا ہے جو آپ علیہ السلام کے صلب میں ہے۔"

(یہ ایک ایسا خط تھا جو ایسی روح جاہلیت کا حامل تھا جو اسلام سے معمولی سا تعلق بھی نہ رکھتی تھی)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جواب میں تحریر کیا۔

"تیرا خط مجھ تک پہنچا۔ تو نے اس بات پر ملامت کی ہے کہ میں نے اپنی ہی آزادہ کردہ لونڈی سے شادی کرلی ہے۔ تو نے یہ بھی لکھا ہے' قبیلہ قریش کی ایسی عورتیں تھیں کہ جن کے ساتھ نکاح کرنا میرے لئے سربلندی کا سبب بھی بنتا اور اصیل اولاد کے حصول کا سبب بھی۔

تو نے غلط سمجھا! کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور مرتبے سے بھی اوپر کسی شرف اور مرتبے کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ میں شادی کرکے اس مرتبے کو حاصل

کراؤں۔ یہ لونڈی میری ملکیت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق' اجر و ثواب کے حصول کی خاطر میں نے اسے آزاد کردیا' پھر سنت الٰہی کے مطابق میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ جو شخص خدا کے دین کے بارے میں مخلص ہو' اس طرح کی باتیں اس کے مرتبے اور شرف کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں' اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ جاہلیت کی گھٹیا اور توہماتی باتوں کو ختم کردیا۔ ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی طرح پیروی کریں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی معزز ترین خاتون اپنے چچا کی لڑکی زینب کو اپنے غلام کے عقد میں دے دیا اور اپنی لونڈی صفیہ سے جو حی بن اخطب یہودی کی بیٹی تھی خود نکاح کیا۔" (مستدرک باب ۲۷ ج ۲)

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یمامہ کا ایک باشندہ جس کا نام جویر تھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بہ اسلام ہوا اور ایک سچا مسلمان بن گیا۔ وہ ایک پست قد' بدشکل' محتاج' بھوکا ننگا آدمی تھا۔ سوڈانیوں جیسے بھدے خدوخال رکھتا تھا ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سیاہ چہرے پر رحمت و محبت کی نگاہ ڈالی اور فرمایا۔

"جویبر! کیا اچھا ہوتا کہ تو شادی کرلیتا تاکہ تیری عفت محفوظ ہوجاتی۔ اور تیری رفیقہ حیات دنیا اور آخرت کے کاموں میں تیری ساتھی اور مددگار بنتی۔"

اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آخر وہ کون سی عورت ہوسکتی ہے جو میری رفیقہ حیات بننے پر راضی ہو' میرے حسب و نسب کو دیکھ کر خوش ہو یا میرا مال اور میری خوبصورتی اسے خوش کرسکے۔ کیا کوئی عورت مجھے اپنے دل میں جگہ دے سکتی ہے۔؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جویبر! اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے دور جاہلیت کے معززین کو کبر و غرور

کی بلندیوں سے نیچے اترنے پر مجبور کردیا اور جو لوگ کوئی قدروقیمت نہیں رکھتے تھے، انہیں عزت و شرف کی بلندی پر پہنچادیا۔ جو ذلیل سمجھے جاتے تھے انہیں معزز کیا۔ جاہلیت کی نخوت اور اپنے بڑے قبیلوں اور اپنے نسبوں پر فخرو غرور کا خاتمہ کردیا۔ آج تمام لوگ سفید و سیاہ، قریشی اور غیر قریشی، عربی اور عجمی سب کے سب آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین افراد وہ لوگ ہیں جو اس کے سب سے زیادہ فرمانبردار اور سب سے زیادہ پرہیز گار ہیں۔

جویبر! میں آج مسلمانوں میں سے کسی مسلمان کو تجھ سے برتر نہیں سمجھتا، بجز اس کے کہ وہ تقویٰ اور اطاعت میں زیادہ ہو۔"

پھر آپؐ نے فرمایا۔

"تم زیاد بن لبید کے پاس جاؤ جو قبیلہ بن بیاضہ کا شریف ترین آدمی ہے۔ تم جاؤ اور اسے میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لڑکی "ذلفا" کو جویبر کے عقد میں دے دو"

(زیاد نے ایک طرف اپنے بلند حسب و نسب کو دیکھا اور پھر اپنی لڑکی کیلئے اس رشتے پر نظرڈالی اور حیران رہ گیا پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ہم نے کبھی اپنے قبیلے کی کوئی لڑکی اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے سوا کسی اور کو نہیں دی ہے آخر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ایسی لڑکی کو جو مدینہ کے انتہائی معزز خاندان کے اندر بڑے نازو نعمت کے ساتھ پلی بڑھی ہے ایک گمنام، سیاہ فام اور محتاج نوجوان کے حوالے کردیا جائے)

آخر کار زیاد، حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے دوڑا دوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"زیاد سنو! جویبر، دولت ایمان رکھنے والا ایک نوجوان ہے اور ایک مومن

عورت کا کفو ایک مومن مرد ہی ہوتا ہے' ایک مسلمان عورت کا کفو ایک مسلمان مرد ہی ہوتا ہے۔ (دوسرے امتیازات عورت مرد کی شخصیت اور ان کے باہم مساوی ہونے پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ڈالتے) کہیں ایسا نہ ہو کہ تو تنگدستی کے جرم پر اس پاک دل جوان سے اپنا منہ پھیر لے"

جب زیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح حکم کو پالیا تو فوراً" اپنا سر تسلیم خم کردیا۔

(تربیت اسلام کے اس پہلے نمونے سے موہوم شخصیتوں کا بت ٹوٹ گیا' تقویٰ اور شرافت کو انسانی قدروقیمت کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا۔ عرب کے شریف ترین خاندان کی ایک لڑکی کو حبشہ کے ایک مفلس ترین اور گمنام ترین جوان کے عقد میں دے دیا گیا۔) (مستدرک باب ۲۵)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"مومن ایک دوسرے کے کفو اور ہم مرتبہ ہیں۔" (مستدرک ب ۲۷)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی کا نکاح جو قریش کے شریف ترین خاندان سے تعلق رکھتی تھیں' مقداد بن اسود سے کردیا جو غریب اور کم مرتبہ قبیلے کے فرد تھے تاکہ رشتوں کے معیار کو نیچے لایا جائے اور لوگ آنحضورؐ کی پیروی کریں۔ اور جان لیں کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بزرگ ان میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہی ہوسکتا ہے۔ (مستدرک ب ۲۶) .

مثبت اوصاف اجاگر اور منفی فکر کا خاتمہ کریں

انسان روح و جسم کا مجسمہ ہے اس میں بے شمار منفی اور مثبت قوتیں پوشیدہ ہیں مثلاً" منفی قوتیں۔۔۔۔ کنجوسی' اسراف' بے رحمی' چغل خوری' ظلم کرنا' ظلم سہنا' خوف کی وجہ سے حق بات نہ کہنا بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرنا' حسد' کینہ' شرک' تکبر اور مثبت قوتیں۔۔۔۔ خدا پرستی' انسان دوستی' کمال پسندی' احساس انسانیت' حصول علم' ظالم اور ظلم سے نفرت کرنا' مظلوموں سے محبت کرنا' وغیرہ موجود ہیں۔

یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کیلئے ہی رکھی ہیں اب والدین جیسی تعلیم و تربیت اور ماحول دیں گے وہی صفات پروان چڑھے گی۔

منفی صفات کی سرکوبی کرنے اور مثبت صفات کو پروان چڑھنے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مختلف دور میں آتے رہے اپنے اصحاب کو ایسی تعلیم و تربیت اور پاک و پاکیزہ ماحول دیا جس میں ان کے مثبت قوتیں پروان چڑھتی رہی جب انسان نے تعلیمات الٰہی میں اپنی نفسانی ہوا و ہوس کو شامل کرنا شروع کردیا جس کے نتیجے میں ذہن آلودہ ہونے لگے اور خود ساختہ قانون جو انسانی فطرت کے خلاف تھے جنم لینے لگے' یہ قوانین حکومت وقت کی خواہشات کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے اور آج تک تبدیل ہورہے ہیں۔ ان قوانین کی منشاء حاکم وقت کا تحفظ اور نتائج انسانی فطری آزادی کا سلب ہورہا ہے۔

ظالموں کیلئے مراعات' حق پرستوں پر مظالم و قید و بند اور۔۔۔۔ موت

خود ساختہ قانون نے منفی قوتوں کو اس قدر جلا بخشی کہ آج تک انسان ظلم و ستم کی چکی میں پستا چلا آرہا ہے۔

جہاں بھی کسی انسان نے انسان کی مثبت قوتوں کو اجاگر اور طاقتور کرنے کی کوشش کی وہاں اس انسان کو قید و بند یا شہید کردیا گیا

جیسا جیسا انسان میں فکر و شعور بلند ہوتا چلا جارہا ہے ویسے ہی انسان میں منفی فکریں کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جارہی ہیں اور مثبت فکریں طاقتور ہوتی چلی جارہی ہیں۔

ارشاد قدرت ہوتا ہے

اور نفس جیسا اس کو بنایا اس کو سمجھ دی نیکی اور بدی کی کامیاب ہوا جس نے اس کا تزکیہ کیا اور ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔ سورہ شمس آیت ۹۔۱۰

اس آیت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے انسان کے نفس کے اندر نیکی (مثبت) اور بدی (منفی) دونوں کے رجحانات داخل کردیئے اور خداوند کریم نے انسان کو عقل دی تاکہ دونوں کے درمیان امتیاز کرسکیں۔

جو بچہ عقلی طور پر ابھی بالغ نہیں ہوا وہ سفید کاغذ کی مانند ہے جو اس پر تحریر کریں گے وہی ظاہر ہوگا' یا یوں کہیں کہ بچہ کمپیوٹر کی مانند ہے جو اس میں فیڈ کریں گے وہی ظاہر کرے گا۔

بچے کی فطرت میں تاسی کا عنصر داخل ہے وہ والدین کی تاسی یعنی نقل کو اچھا سمجھ کر انجام دیتے ہیں والدین کو چاہیئے کہ وہ ایسا عمل انجام دیں جو بچے میں مثبت اوصاف پیدا ہونے میں معاون ثابت ہوں۔ نہ کہ منفی۔۔۔۔۔ اس کیلئے لازمی ہے کہ وہ پہلے خود منفی تعلیم کے نقصانات اور مثبت تعلیم کے فوائد سے آگاہ ہوں۔ اور ساتھ ہی مثبت تعلیم کی عملی تصویر ہوں تو اس کے اثرات اولاد پر بہت اچھے مرتب ہوتے ہیں۔

حقیقت میں والدین کی لاپرواہی' تعلیم و تربیت کا فقدان' اچھے ماحول میسر نہ ہونے کی وجہ سے بچے کے نفس میں منفی (برائی) کا علم کثرت سے جذب ہوتا رہتا ہے

اور جو انکی مثبت فکر پر حاوی ہو کر برائیوں کی طرف راغب رہتا ہے۔ اور اسی میں اس کا نفس نشوونما پاتا رہتا ہے پھر وہ منفی علم کی عملی تصویر بن کر معاشرے میں فساد فی الارض پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ یہ نفس امارہ کی نشیبی کیفیت ہے۔

نفس انسانی ابتداء میں جب وہ عقل و فہم کی روشنی سے ناآشنا ہو تو امارہ کی حالت میں ہوتا ہے اور اپنی انتہائی حالت میں اس پر سرکشی نزد حاکیت کی دھن سوار ہوتی ہے۔ وہ خود بندہ حقیر و عاجز خیال کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور داعیان الی اللہ کی تعلیمات اس تک پہنچتی رہتی ہیں کہ اللہ قادر مطلق ہے۔ حکیم و خبیر ہے جو اپنے بندوں پر زبردست قدرت رکھتا ہے۔

جب نفس امارہ کی حالت سے لوامہ کی حالت کو پہنچتا ہے تو وہ برائیوں پر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتا ہے۔ نیز بدکرداری پر نادم و شرمندہ ہوتا ہے۔ ایسے وقت کرام الہی کی تجلی اسے جہل مرکب کے اندھیرے سے نکال لیتی ہے۔ گویا نفس امارہ زندگی کے تمام تر منفی پہلو سے اور نفس لوامہ تمام تر مثبت پہلو سے عبارت ہے اور جب وہ امارہ کی حالت سے لوامہ کی جانب گامزن ہونے لگتا ہے تو یہ ایسی کیفیت ہے کہ قران الحکیم میں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی قسم کھائی ہے

میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ پر (سورہ القیامہ آیت ۲)

نفس لوامہ نفس کیلئے ایک اچھی صفت ہے تو وہ اس لئے کہ انسان جب ایک گناہ کرتا ہے یا اس سے کوئی برائی سرزد ہوتی ہے تو وہ اس پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر نماز صبح اس سے قضا ہوگی تو قبل اس کے کہ والدین اس سے کہیں بیٹا تم نے کیوں نماز نہیں پڑھی وہ خود ہی اپنے نفس کو مخاطب کرکے اپنے آپ کو ملامت کرے گا کہ بدبخت کیوں تم رات تک بیدار رہتے ہو کہ صبح تمہاری نماز قضاء ہوجائے۔ یا جب کسی محفل میں غیبت کرتا ہے اس کے بعد جب گھر آتا ہے تو

خود پریشان ہوتا ہے۔ اسے رات بھر نیند نہیں آتی سوچتا ہے کیوں میں نے غیبت کی، کیوں ایک مومن بھائی کا گوشت کھایا؟

حالانکہ خدا نے قرآن الحکیم میں منع فرمایا ہے۔ بنابرایں نفس لوامہ وہ ہے کہ انسان کو برائی پر ملامت کرے یعنی یہ وہ حالت ہے کہ انسان کا ضمیر بیدار ہے۔ انسان کا نفس ابھی تک فاسد نہیں ہوا بنابرایں جب گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کو گناہ سمجھ کر برائی سمجھ کر خود اس پر پشیماں ہوتا ہے۔ لہٰذا مومن کیلئے حدیث میں ایک صفت ایک علامت ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص جو اچھے کام کرنے پر خوش ہو اور اگر کوئی برائی کوئی یہ اس سے سرزد ہوجائے تو اس پر پشیماں ہو وہ ہے مومن۔۔۔ (کنزالعمال ۷۰۰)

آپ سے گناہ سرزد ہونے کے بعد آپ پریشان ہیں، مضطرب ہیں، پشیماں ہیں، نیند نہیں آتی تو آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کے دل میں ایمان ہے۔ یعنی یہ جو برائی پر آپ کو احساس ہوتا ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ آپکا نفس لوامہ ہے پس لوامہ ایک بہترین صفت ہے کثرت گناہ کرنے سے نفس لوامہ بیمار ہوکر ختم ہوجاتا ہے لہٰذا نفس امارہ رہ جاتا ہے۔ جو اسے پستی کی طرف لے جاتا ہے۔

بچے کے نفس کو پاک و پاکیزہ رکھنے کیلئے منفی تعلیم کے نقصانات اور مثبت تعلیم کے فوائد سے آگہی اور اس پر عمل پیرا کرانے کیلئے اسے مسلسل تعلیم و تربیت اور اچھے ماحول کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے صحیح انداز میں تربیت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا صحیح تربیت کیلئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھیں! علم الٰہی کے ذریعہ سے انسان کامل ہوتا ہے اسی سے صحیح معنی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اسی کے نہ ہونے سے نقصان۔ علم الٰہی کے علاوہ باقی علوم مال و ثروت کی طرح ہیں جن سے دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن دنیا کے فنا ہونے کے بعد یہ بھی فنا ہوجاتے ہیں۔

ارشاد حضرت علی علیہ السلام ہے کہ

علم ہی سے خدا کی اطاعت اور اس کی عبادت ہوتی ہے، علم ہی سے خدا کی معرفت اور توحید کا یقین ہوتا ہے، علم نہ ہو تو خدا کی پہچان نہیں ہو سکتی ہے۔

علم الٰہی حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اولاد میں مثبت اوصاف پیدا ہوں گے منفی فعل سے نفرت کا مادہ پیدا ہوگا لہٰذا تربیت میں وراثتی صفات و خصوصیات کا گہرا تعلق ہے جو انسان کے اوپر بہت طاقتور اثرات مرتب کرتے ہیں۔ عام انسان کی جسمانی و روحانی اور ذہنی صفات و خصوصیات وہی ہوتی ہیں جو اس کے والدین آباء واجداد سے ورثے میں ملتی ہیں۔

انسان اپنے اب و جد سے جو منفی خصائل حاصل کرتا ہے مثبت تعلیم و تربیت سے اسکو دبادیا یا نکال دیا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے انسان کو قوت ارادی و توفیق الٰہی اور دیگر انسانی کمالات کے ذریعے نکال دیئے جاسکتے ہیں۔

اس وقت ہمارا معاشرہ ذہنی و جسمانی اور روحانی بیماریوں میں گھرا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس معاشرے میں بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا والدین کیلئے جہاد سے کم نہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ تحریر کرنا پڑرہا ہے کہ جسمانی بیماریوں کیلئے بین الاقوامی اداروں نے یونیورسٹیاں، میڈیکل ریسرچ ادارے قائم کئے ہیں۔ انسانی خلیے (Cells) کے ایک ایک حصہ کے بارے میں تو بہت بحث و مباحثہ ہوتا ہے گرما گرم بحثیں کرتے ہیں اور جسم کی آسائش و سکون کیلئے آئے دن نت نئی ایجادیں ہو رہی ہیں مگر وہ روح جو جسم کا ایک حصہ ہے وہ بھی ایک مخلوق ہے جو نظر نہیں آتی محسوس کی جاتی ہے کیونکہ کائنات میں بعض چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں اور بعض چیزیں نظر نہیں آتیں، محسوس کی جاتی ہیں، جیسا درد، ہوا، کشش، دماغی شعور، عقل وغیرہ لہٰذا امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

روح مخلوقات خدا میں سے ہے اور بینائی کی قوت رکھتی ہے خدا اسے انبیاء اور مومنین کے دلوں میں قرار دیتا ہے (بیان القرآن)

اس مخلوق (روح) کی بیماریوں مثلاً" شرک، تکبر، کینہ، حسد، چغل خوری، حس کا بڑھ جانا، ظلم و ستم، کنجوسی، شراب خوری، زنا، جھوٹ وغیرہ ایسی بیماریاں ہیں جو کینسر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جیسے ہم منفی فعل یا اخلاقی، معاشرتی برائیوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے خاتمے کیلئے روح کو صحت مند بنانے کیلئے اور رشد کمال تک پہنچانے کیلئے کوئی کورس مرتب نہیں کیا اور نہ ہی کوئی اسکول، کالج، یونیورسٹی آج تک قائم ہو سکی اور نہ ہی ان کی تربیت کیلئے کوئی انتظام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج تک معاشرے میں فساد فی الارض جاری و ساری ہیں۔

بچوں میں تعلیم کے ساتھ تربیت لازمی ہونا چاہیے، آپ دیکھیں کہ انسان کو ہر شعبہ جات کیلئے تربیت یافتہ انسان کی ضرورت ہوا کرتی ہے، معاشرے کی اصلاح اور امن و امان پیدا کرنے کیلئے جسمانی و روحانی اور ذہنی تربیت کی جس قدر آج ضرورت محسوس کی جارہی ہے شاید اس سے پہلے ہو

تربیت کا پہلا مدرسہ آغوش مادر ہے

جیساکہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا

سیرت فرزند ہا از امہات　　　　جوہر صدق و صفا از امہات

والدین کے جیسے خیالات اور ان کی جیسی تعلیم و تربیت اور ماحول ہوگا ویسی ہی اولاد میں وہ قوتیں پروان چڑھیں گی

والدین کے نیک خیالات، اچھی تعلیم و تربیت حلال اور اچھی غذا اور پاکیزہ ماحول نیک اولاد کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ اچھی تعلیم و تربیت پاکیزہ ماحول ملنے سے بچوں میں قوت غضب، قوت شہوت، قوت وہم، عقل کو حاکم بنا کر زندگی بسر کرنے کی

علوت ڈالتی ہے۔ اس تربیت اور ماحول سے بچوں کے مزاج میں اعتدال پن پیدا ہوجاتا ہے۔ تو یہ زندگی عاقلانہ زندگی کہلائے گی

اسلام نے انسان کی تربیت کا آغاز ولادت سے پہلے کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے سے قبل اس بات کا یقین کرلیں کہ ہمسر معنوی کملات سے متصف ہے تاکہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت ہوسکے اسی طرح حمل ٹہرتے وقت کی نفسیاتی کیفیت کا اثر اولاد پہ پڑتا ہے۔ لہٰذا ذہنی دباؤ یا شدید رنج یا جلد بازی میں قربت سے پرہیز کا حکم ہے۔ زمانہ حمل سے ہی انسان شخصیت کی تعمیر شروع ہوجاتی ہے اس لئے اس زمانۂ میں والدین کو ان تمام افعال جو منفی ہیں' اور حرام غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ جو اولاد کی تربیت میں خرابی بننے کا سبب ہو۔ بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ایسے اعمال انجام دینے چاہئے جو اولاد میں روحانی' جسمانی' ذہنی نشوونما کا سبب بنیں۔

یاد رکھیں! بچہ پیدائش سے قبل ایک ماحول میں رہتا ہے جس میں وہ نشوونما پاتا اس پر خارجی اور داخلی عوامل اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔

بچہ قبل از ولادت

پیدائش سے کافی پہلے، تہیج کا جوابی عمل کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس کا باہر کی دنیا سے براہ راست رابطہ نہیں ہوتا، انسانی مننغے کے غیر مکتبہ افعال دو اقسام کے ہیں۔
اول ۔ اضطراری حرکات   دوئم۔ تہیجی حرکات

اضطراری حرکات

سر، ہاتھ پاؤں اور جسم کی حرکات بے ساختہ اس لئے ہوتی ہیں کہ ان میں کسی خارجی تہیج کو دخل نہیں ہوتا ان حرکات کی رفتار دھیمی اور بے قاعدہ ہوتی ہے۔ جس میں ایک وقت میں کئی جوڑ ایک ساتھ شامل ہوتے ہیں اور بسا اوقات جسم کے کئی عضو ایک ساتھ شامل ہوتے ہیں اور ایک ہی وقت میں حرکت کرتے ہیں، اس دھیمی بے قاعدہ اور پورے جسم میں پھیلی ہوئی حرکات کو کل جسمی حرکت کہتے ہیں۔

خارجی تہیجی حرکات

جب مننغے کو کسی دباؤ یا رگڑ سے محرک کیا جائے تو جوابی عمل دھیمی اضطراری حرکت کے بجائے جھٹکے دار حرکت ہوگا۔ ایسی طرح اگر پورے جسم کی مختلف سمت میں حرکت ہو تو جوابی عمل مننغے کی توازن اور حرکت ہوگا جس میں سر اور ہاتھ پاؤں بھی حرکت کریں گے

صوتی حس بزاری

پیدائش سے پہلے بھی بچہ آوازوں پر رد عمل کی صلاحیت رکھتا ہے' والدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ بچے کی ذہنی نشوونما شکم مادر ہی سے ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بچہ شکم مادر میں (نویں' دسویں مہینے میں) ماں کی آواز سننا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ ولادت کے فوراً" بعد اپنی والدہ کی آواز پہچان کر جلد مانوس ہوتا ہے

نو مہینے کی حاملہ عورت کے نزدیک اگر کوئی تیز آواز یا دھماکہ ہو تو بچہ اس آواز کو سن کر خوف سے حرکت کرنے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ ماں کے جذبات' احساسات اور خیالات کا اثر بھی بچے کی ذہنی و جسمانی اور روحانی نشوونما کو متاثر کرتا ہے

عقل و شعور

عقل و شعور ایک قدرتی عطیہ ہے جو ہر انسان کو اسی فیصد ورثہ میں ملتا ہے اور بیس فیصد شعور انسان اپنے ذاتی تجربات اور زندگی میں پیش آنے والے نشیب و فراز سے حاصل کرتا ہے۔ یہ کتنا درست ہے کہ عقل کا زیادہ اور درست استعمال کرتے اسے بڑھایا جاسکتا کیونکہ دماغ کے کھربوں خلیات سوئے ہوئے ہیں' جنہیں آج تک استعمال نہیں کیا گیا۔ انسان غور و فکر اور مسلسل جدوجہد سے جنہیں استعمال میں لاسکتا ہے ابھی تک ان سوئے ہوئے خلیات کے کام کی کیا نوعیت ہے؟

پوری دنیا میں عقل کی تعریف کا معیار ایک جیسا۔ انسان کی سوچ' اس کی قوت فیصلہ کی صلاحیت' حالات ۔ واقعات کے متعلق ادراک' فہم و فراست' دانش مندی بات کو گہرائی اور وضاحت سے سمجھنے کی صلاحیت یہ سب عقل کا حصہ ہے۔ اور

اسے ناپنے کیلئے مختلف پیمانے (Tests) مقرر ہیں۔

عقل ناپنے کا پیمانہ (Intellegence Quotient)

I.Q=Mental age x100

Chronological Age

عام طور پر انسان کا اوسط آئی کیو (I.Q) پندرہ سے پچاسی (85-15) فیصد تک ہوتا ہے۔ اور انتہائی ذہین و فطین انسان کا آئی کیو پندرہ فیصد تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔ ایک ہزار انسانوں میں سے ایک شخص پندرہ فیصد آئی کیو کا حامل ضرور ہوتا ہے۔

انسان کی عقل مختلف تجربات و مشاہدات اور اس کی کوششوں سے بڑھ بھی سکتی ہیں لیکن کوئی دماغی و نفسیاتی امراض اور مختلف حادثات کی صورت متاثر ہو کر عقل میں کمی بھی واقع ہوجاتی ہے مثلاً" نوزائیدہ بچے کا سخت بخار میں مبتلا ہونا' دورے پڑنا یا بے ہوشی طاری رہنا یا سر میں چوٹ لگنے سے بچے میں دماغی کمزوری واقع ہو سکتی ہے۔ جس سے بچہ بڑا ہو کر کم عقل یا کند ذہن بن سکتا ہے

بہلول دانا نے چودہ سو سال قبل اولاد کی دانشمندی اور ذہانت کے اسباب' بیان فرمائے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ہارون بہلول سے بولا۔ "میں امین اور مامون کے مکتب جارہا ہوں۔ ذرا ان کے استاد سے ان کی تعلیم کی بابت معلوم کروں گا۔ تو تم بھی میرے ساتھ چلو"

بہلول راضی ہو گیا اور سواری مکتب پہنچی۔ استاد دوڑا ہوا آیا اور ہارون کو سلام کیا۔ زہے نصیب کہ خلیفہ اس ناچیز کے مکتب میں تشریف لائے ہیں

ہم امین اور مامون کی تعلیم کے بارے میں معلوم کرنے آئے ہیں کہ دونوں کیسے طالب علم ہیں۔ ہارون نے کہا! جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں "..... ہارون۔ ہاں تمہیں امان ہے۔ .... ہمیں دونوں کی تعلیمی کیفیت صحیح صحیح بتاؤ ..... استاد بولا۔

عالی جاہ ... آپ کا بیٹا امین۔ عورتوں کی سردار ملکہ زبیدہ جیسی قابل اور ذہین

خاتون کا بیٹا ہے۔ لیکن کند ذہن ہے۔ مگر اس کے برعکس آپ کا بیٹا مامون بہت ذہین دانشمند اور باوقار ہے۔"...

یہ تم نے عجیب بات کہی ہے۔ میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا.... استاد نے حیرت سے کہا....

"میں اس کا ثبوت مہیا کرسکتا ہوں" استاد نے جواب دیا....

"یقیناً" تمہیں شہزادوں کے بارے میں اتنی بڑی بات بلا ثبوت نہیں کہنی چاہئے" ہارون نے ناگواری سے کہا!

"میں نے یہ بات تجربے کے بعد کہی ہے" استاد بولا اس وقت امین اور مامون تفریح کیلئے باہر گئے ہیں میں یہ کاغذ مامون کی بیٹھنے کی جگہ فرش کے نیچے رکھتا ہوں اور امین کے بیٹھنے کی جگہ کے نیچے یہ اینٹ رکھ رہا ہوں۔ جب وہ آجائیں۔ تو آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ میری رائے کس حد تک درست ہے۔

تھوڑی ہی دیر میں امین اور مامون واپس آگئے۔ ہارون کو دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور اسے آداب کیا۔ ہارون نے انہیں بیٹھنے کی اجازت دی۔ تو دونوں اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے۔ ہارون دونوں کا بغور مشاہدہ کررہا تھا۔

مامون بیٹھتے ہی کچھ مضطرب سا ہوا۔ اس نے کچھ پریشان سا ہوکر چھت کی طرف دیکھا۔ دائیں بائیں دیکھا۔ اور کئی بار پہلو بدلا۔ اور بے چین سا نظر آنے لگا۔ استاد نے شفقت سے پوچھا!

کیوں مامون۔ خیریت تو ہے۔ میں تمہیں کچھ پریشان سا دیکھ رہا ہوں"

استاد محترم... میں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر کچھ تبدیلی سی محسوس کررہا ہوں" مامون نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

کیسی تبدیلی....؟ استاد نے پوچھا ایسا محسوس ہوتا ہے استاد محترم۔ جیسے میرے بیٹھنے کی جگہ ایک کاغذ بھر اونچی ہوگئی ہے۔ یا چھت کاغذ بھر نیچی ہوگئی ہے۔ مامون بولا امین....!!

کیا تمہیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے تمہارا بھائی کہہ رہا ہے ....؟؟ استاد نے امین کو مخاطب کیا۔

نہیں .... ایسی تو کوئی بات نہیں .... امین نے جواب دیا استاد نے معنی خیز نگاہوں سے ہارون کی طرف دیکھا اور بولا عالی جاہ پسند فرمائیں۔ تو دوسرے کمرے میں تشریف رکھیں۔

ہارون نے اجازت دی اور استاد کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا آیا۔ بہلول بھی ان کے ہمراہ تھا۔ استاد نے مطمئن لہجے میں کہا۔ الحمداللہ ۔ کہ میں نے آپ کے سامنے اپنی رائے کا ثبوت بھی پیش کردیا۔

حیرت ہے امین کی ماں عرب کی ذہین عورتوں میں سے ہے۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں۔
لیکن اس کا بیٹا۔ ہارون نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا سبب ہے۔"
بہلول آگے بڑھا۔--- اس کا سبب مجھے معلوم ہے۔--- اگر عالی جاہ کو ناگوار نہ ہو تو بیان کروں

بیان کرو۔ میں سخت ترین الجھن میں ہوں۔--- ہارون نے کہا

بہلول بولا۔-- اولاد کی دانشمندی اور ذہانت کے اسباب دو ہیں۔ اول یہ کہ عورت اور مرد کے درمیان رغبت اور فطری خواہش ہو۔ تو ان کی اولاد ذہین، ہوشیار اور عقلمند ہوتی ہے۔ دوئم یہ ہے کہ مرد اور عورت مختلف خون اور نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ تو ان کی اولاد میں عقل و دانش کی فراوانی ہوگی۔

کوئی دلیل دو۔-- ہارون نے غور کرتے ہوئے کہا اس کی مثال درختوں اور جانوروں میں نظر آتی ہے۔ مثلاً" اگر پھل کے درخت ہیں دوسرے پھل دار درخت کا پیوند لگایا جائے۔-- تو نہایت لذیذ اور عمدہ پھل پیدا ہوتے ہیں۔--- اسی طرح گدھے اور

گھوڑے کے ملاپ سے خچر پیدا ہوتا ہے جس کی ہوشیاری' طاقت اور پھرتی جواب کا نہیں۔۔۔ اب عالی جاہ سمجھ سکتے ہیں کہ۔۔۔۔ امین میں جو ذہانت کی کمی محسوس ہوتی ہے اس کا سبب اس کی والدہ اور آپ کی رشتہ داری ہے جب کہ مامون کی ماں مختلف نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ خون کے لحاظ سے آپ میں اور اس میں جو فرق ہے وہی سبب مامون کی ذہانت اور دانشمندی کا بھی ہے۔ (بہلول دانا ص ۱۱)

ماحول

قبل ولادت ماحول ایک انسان سے دوسرے انسان کا قریب قریب یکساں ہوتا ہے اس ماحول کو جو استقرار حمل کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ شکم میں ملتا ہے۔ داخلی ماحول کہتے ہیں۔ اور یہ وراثت کے ساتھ ساتھ بچے کی نشوونما میں مدد دیتا ہے۔ بعض پیدائشی خامیوں کا انحصار وراثت پر اور بعض کا غیر طبعی حالات (ماحول) مثلاً" مناسب غذا' آکسیجن کی کمی اور گھٹے ہوئے رہائشی کوارٹروں پر انحصار ہے۔

صرف پیدائش کے بعد ہی انسان کے ماحول الگ الگ ہوتے ہیں ماحول کا فرق نہ صرف طبعی ہوتا ہے بلکہ معاشرتی بھی۔ بعد ولادت ماحول جسے خارجی ماحول بھی کہتے ہیں طبعی اور معاشرتی ہوتے ہیں۔

معاشرتی ماحول

معاشرتی ماحول میں خاندان' درسگاہ' معاشرہ اور تہذیب شامل ہے

غرض استقرار حمل کے بعد سے انسان کی زندگی پر وراثتی خصوصیات پختگی و بلوغ اور ماحول۔ قبل ولادت، و بعد ولادت ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ جبکہ شکم مادر میں قبل

ولادت ماحول اور وراثت و پختگی نشوونما میں اعانت کرتے ہیں پیدائش کے بعد طبعی اور معاشرتی ماحول اور پختگی مل کر اس کی شخصیت ڈھانے میں مدد کرتے ہیں بہرحال کسی بھی دور میں والدین کا بچے سے تعلق اور اس پر اثر کم نہیں ہوتا ان کی اہمیت ہمیشہ وہی رہتی ہے

معلمہ اوّل

یہ حقیقت ہے کہ انسانی مدرسہ کی اولین معلمہ، یعنی ماں کس حسن و خوبی سے بچے کو تربیت دیتی ہے اسے نیک و بد سے کون باخبر کرتا ہے، اسے جلوہ زیست کی طرف کون متوجہ کرتا ہے، ماں اور صرف ماں لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ اگر ماں روشن ضمیر و فکر اور مذہبی خیالات رکھتی ہوگی تو لازما" وہی کچھ ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ گھریلو زندگی کو انہیں مقدس چراغوں سے روشن کیا جائے، بعض لوگ مذہبی خاندانی رسم و رواج میں پھنسے رہتے ہیں۔ خود کسی قسم کی تحقیق و تجسس سے کام لینے کی کوشش نہیں کرتے اس غلط روی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سی ترقیوں اور بہت سی کامیابیوں سے محروم رہ جاتے ہیں

گھریلو زندگی میں جو ایک اور امر باعث تکلیف بنتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی گھرانا اپنے کسی فرد کے متعلق کوئی خاص مگر قطعی رویۓ قائم کرلیتا ہے، اور پھر آگے چل کر اپنی تمام سرگرمیاں اس دائرے کیلئے وقف کردیتا ہے۔ یہ قسم رائے اور دائمی فیصلہ شدید ترین بری چیز ہے بلکہ حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس طرح درخت عناصر کے تاثرات کے ماتحت رنگ بدلتا رہتا ہے اسی طرح ماحول کے اثر اور علم و تجربے کے زور سے انسانی طبیعت بھی بدلتی رہتی ہے، اسی لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کسی زمانے کے متعلق اپنی قائم کردہ رائے کو بھی تبدیل نہ کریں اور ہمیشہ کیلئے ایک ہی نظریئے کے غلام بن کر رہ جائیں۔

الغرض گھریلو زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کا یہ بھی ایک کامیاب اور مجرب طریقہ ہے کہ کوئی گھرانا اپنے کسی فرد کے متعلق کوئی آخری اور قطعی رائے قائم

نہ کرے بلکہ اس کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور اس کے طرز عمل کے مدوجزر پر نظر رکھی جائے

مشاہدات اور واقعات اس حقیقت کی غیر فانی شہادت ہیں کہ ابتداء میں بچوں کو لغو، ناکارہ اور نالائق یقین کیا گیا، بڑے ہو کر وہی زبردست شخصیتیں ثابت ہوئے، نپولین، ہٹلر، وغیرہ کی ابتدائی زندگیاں دیکھو اور پھر ان کی انتہا پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ جب یہ بچے تھے تو کیا تھے اور جب بڑے ہوئے تو کیا بن گئے۔

اندھی محبت کرنے کا نتیجہ

وہ مائیں جو محض ایک رو میں بہہ جاتی ہیں اور بچے کے ساتھ یکطرفہ محبت کا دعویٰ کرتی ہیں اسے غیر جانبدارانہ حیثیت سے نیک و بد سے آگاہ نہیں کرتیں دراصل مائیں نہیں بلکہ بچے کی دشمن ہوتی ہیں دنیائے تحریر کے دامن میں اس قسم کے صدہا واقعات بھرے پڑے ہیں جو صاحب علم کو باآسانی بتا سکتے ہیں' جس طرح ایک اندھی محبت کرنے والی ماں نے اپنے بچوں کو برباد کیا۔

پنجاب میں ایک مشہور کہانی بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ ایک خونی ڈاکو نے کسی قتل کے جرم میں عدالت سے پھانسی کی سزا پائی جب اسے تختہ دار پر لٹکایا جانے لگا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہو وہ بیان کرے اس نے کہا وہ اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہے۔ حکام نے اس کی ماں کو حاضر کردیا۔ ڈاکو نے آگے بڑھ کر ماں سے بغل گیر ہونا چاہا اس کی اجازت دے دی گئی۔ ڈاکو نے موقع پاتے ہی ماں کا گلا گھونٹ دیا۔ اور وہ تڑپ کر مر گئی۔ حاضرین کو سخت حیرت ہوئی' جب ڈاکو سے سفاکی کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے تختہ دار پر لٹکوانے کی ذمہ دار میری ماں تھی' میں بچپن میں ایک انڈا چرا لایا تھا' میری ماں نے اسے بخوشی مجھ سے لیا تھا' اس انڈے کی چوری اور میری والدہ کی پشت پناہی نے یہاں تک میرا حوصلہ بڑھایا کہ میں ڈاکو بن کر آج دار پر لٹکایا گیا ہوں۔

الغرض اس میں کوئی کلام ہی نہیں کہ ماں کی ابتدائی تربیت دراصل بچے کی فطرت بنانے اور بگاڑنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

ایسی ماں جو حد سے زیادہ محبت اور شفقت کرنے والی ہو اور اس رو میں اس قدر بہہ چکی ہو کہ ہربات میں اور ہر قدم پر بچے کے حد سے زیادہ ناز نخرے برداشت کرتی چلی جاتی ہو، اس کی ہرہاں میں ہاں ملانے ہی کو بہتر خیال کرتی ہو اسے برائی بھلائی میں تمیز کرنے کی قطعی ہدایت نہ کرے بلکہ محبت، اندھی محبت میں صرف بچے کی خوشی ہی کو مدنظر رکھے ایسی ماں بھی دراصل بچے کیلئے ایک بدترین دشمن ہے۔ اور وہ بچہ بھی یقین کرلیتا ہے کہ ہربات اور کام صرف اس کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ انسان چند در چند پابندیوں میں محصور اور چند در چند حدود میں مقید رہے بغیر نہیں رہ سکتا! یہ عادت و خصائل آگے چل کر بچے کے حق میں زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں وہ نہ صرف مادر پدر آزاد ہوجاتا ہے بلکہ سوسائٹی کیلئے اور خود اپنے لئے بھی ایک بہت بڑی مصیبت بن جاتا ہے۔

یہ حقیقت عیاں ہے کہ غیر معتدل اور غیر فطری۔ہر حالت میں اعتدال اور حدود کیلئے تعین کا احترام انسان کیلئے نہایت ہی ضروری ہے۔۔۔۔ الغرض اعتدال پسندی اور منضبط زندگی ہی دراصل کامیاب اور کامران زندگی ہے۔

ان حالات و کوائف کی روشنی میں بہ نظر عمیق دیکھا جائے تو اعتدال پسندانہ خانگی زندگی دراصل انسان کیلئے ایک قسم کے مدرسہ محبت اور تربیت گاہ انسانیت کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اگرچہ کئی ایک مقامات پر ہم شاکی بھی ہوتے ہیں اور ہمیں ناکامیوں اور مایوسیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر باایں ہمہ جب ہمیں اس خانگی اور خاندانی زندگی سے سابقہ پڑتا ہے تو ہم ایک بے مثل اور قطعی بے نظیر مسرتوں کے دور سے گزرتے ہوئے اپنے آپ کو حیرت انگیز راحت انگیز ماحول میں محسوس کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہ ہم نے اپنے عہد طفلی میں اس قسم کی تربیت پائی تھی بلکہ خانگی اور خاندانی زندگی ہی کا ماحول دراصل وہ ماحول ہے جس میں اپنے آپ کو

قطعی اصل اور یکسر حقیقی حالت میں بظاہر کرسکتے ہیں اس ماحول میں ہمیں تکلفات کی ضرورت نہیں ہوتی ہم تصنع نہیں برت سکتے' ہم ریاکاری سے کام نہیں لیتے بلکہ حقیقت میں ہم جو کچھ ہیں اسی روپ میں ظاہر ہوکر آزادی اور قطعی آزادی سے کھیل کھیلتے ہیں، اور یہی ہیں وہ اسباب جو ہمیں اس اور صرف اس ایک ماحول کو دنیا کے ہر ماحول پر ترجیح دینے پر مجبور کرتے ہیں۔

والدین کی ذمہ داریاں

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (سورہ تحریم آیت ٦)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خدا رحمت کرے ان ماں باپ پر جنہوں نے اپنی اولاد کو تربیت دی کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ (مکارم الاخلاق ص ۵۱۷)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا

جب کوئی شخص خود صالح ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک ہوجانے کے وسیلے سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کو بھی نیک بنادیتا ہے۔ (مکارم الاخلاق ص ۵۴۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا

اگر تو دوسروں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اس سلسلے کا آغاز اپنی ذات کی اصلاح سے کر اور اگر تو دوسروں کی اصلاح کرنا چاہے اور اپنے آپ کو فاسد ہی رہنے دے تو یہ سب سے بڑا عیب ہوگا۔ (غرر الحکم ص ۲۷۸)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

چنانچہ جس طرح تیرا باپ تجھ پر حق رکھتا ہے تیری اولاد بھی تجھ پر حق رکھتی ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۱۴۶)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا

تیری اولاد کا حق یہ ہے کہ تو اس پر غور کر کہ وہ بری ہے یا اچھی ہے بہرحال

تجھی سے وجود میں آئی ہے اور اس دنیا میں تجھ سے منسوب ہے اور تیری ذمہ داری ہے کہ تو اسے ادب سکھا' اللہ کی معرفت کیلئے اس کی رہنمائی کر اور اطاعت پروردگار میں اس کی مدد کر۔ تیرا سلوک اپنی اولاد کے ساتھ ایسے شخص کا سا ہونا چاہیے کہ جسے یقین ہوتا ہے کہ احسان کے بدلے میں اسے اچھی جزا ملے گی اور بدسلوکی کے باعث اسے سزا ملے گی۔ (مکارم الاخلاق' ص ۴۸۴)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

جس کسی کے ہاں بیٹی ہو اور وہ اسے خوب ادب و اخلاق سکھائے' اسے تعلیم دینے کیلئے کوشش کرے' اس کیلئے آرام و آسائش کے اسباب فراہم کرے تو وہ بیٹی اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گی۔ (مجمع الزوائد۔ ج۸' ص ۱۵۸)

والدین اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں سوچیں اور اپنی خامیوں کو دور کریں۔

حضرت علی علیہ السلا فرماتے ہیں

جو شخص دوسروں کا پیشوا بنے' چاہیے کہ پہلے وہ اپنی اصلاح کرے پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے اٹھے اور دوسروں کو زبان سے ادب سکھانے سے پہلے اپنے کردار سے۔ ادب سکھائے اور جو اپنے آپ کو تعلیم اور ادب سکھاتا ہے وہ اس شخص کی نسبت زیادہ عزت کا حقدار ہے جو دوسروں کو ادب سکھاتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

ارشاد خداوندی ہے کہ

آدمی اپنی کوشش کے نتیجے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا۔ (سورہ النجم آیت ۳۹)

اولاد کی تعلیم و تربیت کیلئے والدین جس قدر کوشش کریں گے اس قدر اولاد میں علم و ادب روشن ہوگا۔

ہر انسان اپنے اپنے حصے کا نگراں ہے

اسلام نے مرد کو خاندان کے سربراہ کا رتبہ عطا کرتے وقت عورت کی حب جاہ کو نظر انداز نہیں کیا اور اسے امور خانہ داری کا سربراہ قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

ہر بشر آزاد اور خود مختار ہے۔ مرد کو اہل خانہ کے انتظام اور عورت کو خانہ داری کے امور میں آزادی اور خود مختاری حاصل ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تم سب اپنے اپنے حصے کے سرپرست اور نگران ہو اور سبھی اپنی اپنی ذمہ داری کیلئے جوابدہ ہو۔ حاکم اور امام قوم کیلئے جوابدہ ہے' مرد خاندان کیلئے جوابدہ ہے' عورت گھر کے امور اور اولاد کیلئے جوابدہ ہے اور جو کوئی جتنا اختیار رکھتا ہے اس کیلئے جوابدہ ہے اور جو فرائض اللہ تعالیٰ نے اس کے سپرد کئے ہیں ان کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے۔

مرد کا خاندان کا سربراہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دوسروں کا مالک ہے اور وہ اس کے غلام ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد نے خاندان کی مالی اعانت' ذہنی پرورش اور جسمانی حفاظت کی جو ذمہ داریاں سنبھالی ہیں اسی بناء پر وہ سربراہ کہلا سکتا ہے اس کے اختیارات کلی حدود اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی طور پر متعین کردیئے گئے ہیں۔ اور اسے معقولیت کی حد سے تجاوز کرنے سے روک دیا ہے۔

امام علی علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی گئی جس کا مضمون یہ ہے

اپنی اولاد کی تربیت اپنے زمانے کے طور طریقوں کے مطابق نہیں بلکہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کرو کیونکہ وہ تمہارے زمانے سے مختلف زمانے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

امام کا مقصد یہ ہے کہ اپنے بچوں کو ان کے اپنے زمانے کی علم و دانش اور آداب کی تربیت دو تاکہ وہ زمانے کے ساتھ قدم ملا کر آگے بڑھیں۔ اگر ایک باپ اپنے زمانے میں قلعی گر یا لوہار ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے فرزند کو مکینک' ویلڈر بنائے' اگر باپ اونٹ کے ذریعے مسافروں کو ادھر ادھر لے جاتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے فرزند کو موجودہ وسائل حمل و نقل کی ڈرائیوری اور ہوائی جہاز کا پائیلٹ بننے کی ترغیب دے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے

تم اپنی اولاد کا احترام کرو' انہیں حسن ادب سے سنوارو' اللہ تمہاری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۵' ص ۱۹۵)

حضور رحمتہ اللعالمینؐ مزید ہدایت فرماتے ہیں

کسی مسلمان کی قدروقیمت کو کم نہ جانو کیونکہ خدا کی بارگاہ میں کلمہ گویوں کے چھوٹے بچے بھی بڑا مرتبہ رکھتے ہیں

یہاں پر سرور کونینؐ ہمارے ذہن کی یوں رہنمائی فرماتے ہیں

تمہارے بچے کو پہلا انعام یہ ملنا چاہیے کہ تم اسے ایک پیارا سا نام دو۔ (بحار الانوار جلد ۱۰۱' ص ۱۳۰)

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یوں تاکید فرمائی ہے

تم اپنے بچوں کو خوب پیار کیا کرو کیونکہ جتنی دفعہ پیار کرو گے۔ ہر پیار کے بدلے تمہیں جنت میں ایک درجہ حاصل ہوگا۔ (رسائل الشیعہ جلد ۱۵' ص ۲۰۲)

ارشاد خداوند کریم ہے کہ

ہم نے تمہارے درمیان تمہاری نوع اور جنس میں رسول بھیجا تاکہ وہ تمہیں ہماری آیات پیش کرے۔ تمہاری پرورش و تربیت کرے۔ تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم سے اور جو کچھ تم نہیں جانتے تمہیں بتائے۔ (البقرہ آیت ۱۵۱)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا کی باتیں ایک صحیح اور مناسب نظام کے تحت پے در پے تمہارے سامنے پڑھتا ہے تاکہ تمہارے دلوں کو تیار کرے کہ وہ انہیں قبول کریں اور ان کے معانی سمجھیں یہ منظم اور مناسب تلاوت تعلیم و تربیت کیلئے آمادگی پیدا کرتی ہے

پیغمبر آیات خدا کے ذریعے تمہاری معنوی و مادی اور انفرادی و اجتماعی کملات کو بڑھاتا ہے اور عفو بخشتا ہے تمہارے وجود کی شاخوں پر فضیلت کے پھول کھلاتا ہے اور زمانہ جاہلیت کی بری صفات جو تمہارے معاشرے کو آلودہ کئے ہوئے ہیں ان کے زنگ سے تمہارے وجود کو پاک کرتا ہے۔

تمہیں کتاب الحکمت کی تعلیم دیتا ہے'

اہمیت تربیت

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد

عقل مند انسان کو ادب سیکھنے اور تربیت کے حصول کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ کھیتی کو بارش کے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے فرزند سے فرماتے ہیں کہ

جوان آدمی کا دل ایسی زمین کی مانند ہے جس پر کچھ کاشت نہ ہوا ہو جو بیج بھی اس میں ڈالا جائے گا وہ اسے قبول کرے گا۔ اے میرے بیٹے! میں نے تمہاری تربیت کیلئے کم سنی ہی میں اقدام کیا، قبل اس کے کہ تمہارا نقش پذیر قلب سخت ہو جائے اور اس سے پہلے کہ تمہاری عقل مختلف مسائل میں الجھ جائے۔ (نہج البلاغہ فیض ص ۹۳)

بچہ خالی زمین کی مانند ہے

بچے کا دل خالی زمین کی مانند ہوتا ہے جو چیز بھی اس میں ڈالی جائے اسے قبول کرلیتا ہے۔ اسی لئے اس سے پہلے کہ تمہارا دل سخت اور مشغول ہوجائے میں نے تمہیں مودب بنانے کیلئے قدم اٹھایا۔ (حضرت علی علیہ السلام وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۱۹۷)

جب بچہ پیدا ہو تو اسلام ماں کو دودھ پلانے کا حکم دیتا ہے۔ ماں کا دودھ ہی بچے میں مروت و رواداری کے جذبات ابھارتا ہے اور اس کی جسمانی ساخت کیلئے مفید قرار دیتا ہے۔ ماں کیلئے دو سال تک دودھ پلانے کا حکم ہے اس لئے یہی دودھ بچے کیلئے بہترین غذا ہے، لیکن اسلام نے تاکید کی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ماں کا دودھ گناہوں میں آلودہ ہو۔ بلکہ ماں کو تو باوضو ہوکر دودھ پلانے کی تاکید کی ہے۔ خصوصاً" جب ماں کے مخصوص ایام ہوں تو وضو کرنا ضروری ہے۔اسلام باپ سے کہتا ھے کہ اس کی کمائی ہوئی روزی کا پاک و حلال ہونا ضروری ہے۔ ورنہ بچے کا صالح ہونا نہایت مشکل ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ جب بچہ اسکول جانے لگے تو اس کی پڑھائی کے ساتھ ساتھ اس کے دینداری کا بھی خیال کرو۔ اس کے کھانے کا خیال رکھو۔ اسے اسکول کے جانے کیلئے کھانے پینے کا خیال رکھو۔ اسے اسکول لے جانے کیلئے کھانے پینے کی کوئی چیز دو ایسا نہ ہو کہ اس کی نظریں دوسروں کے بچوں پر لگی رہیں پھر یہ ہدایت بھی ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو تو اس کی صحبت کا خیال رکھو۔ یہ دیکھ کر وہ کس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔ خیال رکھنا کہیں کوئی نالائق جھوٹا اور بدصفت بچہ اس کا ہمراہی قرار نہ پائے ورنہ اس کا اثر اسی ابتدائی عمر سے بچہ پر ہوگا۔

تمہارے بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو

(امام جعفر صادق علیہ السلام)

ایک نہایت اہم حق تقویٰ کا ہے۔ آپ کے سات سال بچے کو نماز پڑھنی چاہیے۔ نہ صرف نماز پڑھنی چاہیے بلکہ صحیح اور بروقت اور باجماعت نماز پڑھنی چاہیے۔ عبادات کی بجا آوری پر اس کے دل میں شوق پیدا کریں اور اسے انعام دیں۔ بھلائی کی طرف راغب اور اسے دوسروں کا خیال رکھنے اور تعاون کی عادت ڈالیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ آپ کے بچے نے دوسروں کا خیال رکھا۔ ہمسایہ کی مدد کی رشتہ داروں کی خدمت کی ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں اور اسے انعام دیں ایک نو سالہ بچہ کو والدین کے تقویٰ اور دینداری میں والدین کی بہترین تربیت کا عکاس ہو۔ اور نہایت ہی ضروری ہے کہ اولاد کو دین دار خداترس اور خداشناس ہونا چاہیے۔

تربیت عمل سے نہ کہ وعظ و نصیحت سے

لوگوں کے معلم اور ہدایت کنندہ بنو زبان سے نہیں بلکہ اپنے اعمال، گفتار اور کردار سے (امام جعفر صادق علیہ السلام)

بچہ اپنی پیدائش کے روز ہی سے تربیت کے قابل ہوتا ہے وہ لحظہ لحظہ تربیت پاتا ہے اور ایک خاص مزاج میں ڈھلتا چلا جاتا ہے ماں باپ متوجہ ہوں یا نہ ہوں بچہ تربیت کیلئے اس امر کا انتظار نہیں کرتا کہ ماں باپ اسے کسی کام کا حکم دیں یا کسی چیز سے روکیں بچے کے اعصاب اور حساس و ظریف (کمزور) ذہن روز اول ہی سے ایک کیمرے کی طرح تمام چیزوں کو فلم بنانے لگتا ہے اور اسی کے مطابق اس کی تعمیر ہوتی ہے اور وہ تربیت پاتا ہے۔ پانچ چھ سالہ بچہ تعمیر شدہ ہوتا ہے اور جو ایک خاص صورت اختیار کرچکا ہوتا ہے اور جو کچھ اسے بننا ہوتا ہے بن چکتا ہے۔ اچھائی یا برائی کا عادی ہو چکتا ہے لہذا بعد کی تربیت بہت مشکل اور کم اثر ہوتی ہے۔ بچہ تو بالکل مقلد ہوتا ہے وہ اپنے ماں باپ اور ادھر ادھر رہنے والے دیگر لوگوں کے اعمال، گفتار اور اخلاق کو دیکھتا ہے اور اس کی تقلید کرتا ہے، وہ ماں باپ کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور انہیں کے طرز حیات اور کاموں کو اچھائی اور برائی کا معیار قرار دیتا ہے اور پھر اسی کے مطابق عمل کرتا ہے بچے کا وجود تو کسی سانچے میں نہیں ڈھلا ہوتا وہ ماں باپ کو ایک نمونہ سمجھ کر ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا ہے۔ وہ کردار کو دیکھتا ہے باتوں اور نصیحت پر توجہ نہیں دیتا اس لئے کہ کردار، گفتار سے ہم آہنگ نہ ہو تو وہ کردار کو ترجیح دیتا ہے۔

بیٹی اپنی ماں کو دیکھتی ہے اور اس سے آداب زندگی، شوہر داری، خانہ داری اور بچوں کی پرورش کا سلیقہ سیکھتی ہے اور اپنے باپ کو دیکھ کے مردوں کو پہچانتی ہے۔ بیٹا اپنے باپ کے طرزِ زندگی سے درس حیات لیتا ہے اس سے بیوی اور بچوں سے سلوک کرنا سیکھتا ہے اور اپنی ماں کے طرز عمل سے عورتوں کو پہچانتا ہے اور اپنی آئندہ زندگی کیلئے اسی کو دیکھ کر منصوبے بناتا ہے۔

لہٰذا ذمہ دار اور آگاہ افراد کیلئے ضروری ہے کہ ابتداء ہی میں اپنی اصلاح کریں اگر ان کے اعمال، کردار اور اخلاق عیب دار ہیں تو ان کی اصلاح کریں اچھی صفات اپنائیں نیک اخلاق اختیار کریں اور پسندیدہ کردار ادا کریں۔

ماں باپ کو سوچنا چاہیے کہ وہ کس طرح کا بچہ معاشرے کے سپرد کرنا چاہتے ہیں اگر انہیں یہ پسند ہے کہ ان کا بچہ خوش اخلاق، مہربان، انسان دوست، خیرخواہ، دیندار، شریف، حریت پسند، شجاع، متحرک انسان، فرض شناس ہو تو خود انہیں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تاکہ وہ بچے کیلئے نمونہ عمل قرار پائیں جس ماں کی خواہش ہو کہ اس کی بیٹی فرض شناس، خوش اخلاق، مہربان، سمجھدار، شوہر کی وفادار، باتمیز، ہر طرح کے حالات میں گزر بسر کرلینے والی اور نظم و ضبط سے زندگی گزارنے والی ہو تو خود اسے بھی ایسا ہونا چاہیے تاکہ اس کی بیٹی اس سے درس حیات حاصل کرے

اگر ماں بداخلاق بے ادب، سست، بے نظم، بے مہر، کثیف، دوسروں سے زیادہ توقع باندھنے والی اور بہانہ ساز ہو تو وہ صرف وعظ و نصیحت سے ایک اچھی بیٹی پروان نہیں چڑھا سکتی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا

جب کوئی شخص خود صالح ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک ہوجانے کے وسیلے سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کو بھی نیک بنادیتا ہے۔ (مکارم الاخلاق ص ۵۴۶)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں

جو شخص دوسروں کا پیشوا بنے، چاہیے کہ پہلے وہ اپنی اصلاح کرے پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے اٹھے اور دوسروں کو زبان سے ادب سکھانے سے پہلے اپنے کردار سے ادب سکھائے اور جو اپنے آپ کو تعلیم اور ادب سکھاتا ہے وہ اس شخص کی نسبت زیادہ عزت کا حقدار ہے جو دوسروں کو ادب سکھاتا ہے (نہج البلاغہ)

ڈاکٹر جلالی لکھتے ہیں

بچے کی تربیت جس کے بھی ذمے ہو اسے چاہیے کہ کبھی کبھی اپنی صفات کا بھی جائزہ لے اور اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں سوچے اور اپنی خامیوں کو دور کرے۔ (روان شناسی کودک ص ۲۹۶)

تربیت دینے والے اپنے آپ کو سنبھالیں

☆ جذبات پر گرفت رکھیں

☆ بچہ جب ضد کرے، کہنا نہ مانے، تو غصے کو پی جائیں

☆ مزاج ٹھنڈا رکھے

☆ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ، بگاڑ کی وجہ کیا ہے؟ وہ کیوں بپھرا ہے؟

☆ برخوردار کو کس طرح رام کیا جائے

☆ تشدد کی راہوں سے مقصد حاصل کرنا ممکن نہیں! بلکہ اس کا رد عمل بہت برا ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کوئی نونہال اچھل کود میں لگا ہوا ہے یا کوئی اور شرارت کررہا ہے۔ آپ کو اس کی شرارت اچھی نہیں لگی، اور بے تحاشہ چیخ اٹھے!

ذرا سوچئے تو سہی! آپ کی آواز سے معصوم کے نرم و نازک دماغ کی ریشم جیسی نسوں پر کیا گزر گئی! اور پھر اس قسم کے دھماکے روز کا معمول بن جائیں تو کیا اس پھول سی جان کے ذہن کو صحیح و سلامت رہنے کی کوئی ضمانت دے سکتا ہے؟۔۔۔ ہرگز نہیں!

والدین کا فرض ہے کہ وہ پرورش کے دوران کمسن بچوں کی شخصیت سازی سے دلچسپی میں، برق اندازی میں نام نہ پیدا کریں۔

اصول تربیت

سرکار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب دریافت کیا جاتا ہے کہ ایک باپ اپنے فرزند کو خیر و سعادت کے اوصاف سے آراستہ کرنے کیلئے کیا تدابیر اپنائے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند رہنما اصول بیان فرماتے ہیں' ان میں سے ایک قاعدہ یہ تھا

تربیت کے ضمن میں نہ اتنا بوجھ ڈال دے کہ بچے کی تاب و تواں جواب دینے لگے اور نہ اتنی سختی کرے کہ برداشت سے باہر ہو جائے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۵' ص ۱۹۹)

بعض لوگ بچے کو بھونڈے انداز سے سمجھاتے ہیں اور بات بات پر جلی کٹی کرتے ہیں۔ اور گرجتے برستے' برا بھلا کہنے سے بچے نرم و نازک دل و دماغ اور اعصاب پر بڑے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

والدین کا تلخ رویہ اور غصہ' بچے کیلئے آگے چل کر' سرکشی' نافرمانی ا... ... کا سبب بن جاتا ہے!

جناب امیر علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کو فلسفہ اخلاق کا جو وثیقہ (عہد و پیماں) لکھ کر دیا ہے اس میں آپ نے انسانی نفسیات کے اس رخ پر یوں روشنی ڈالی ہے

ہر وقت کی ڈانٹ پھٹکار' لعنت ملامت سے بچے کے سینے میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ (تحف العقول ص ۸۴)

ایک شخص اصلاح کی غرض سے اپنے نافرمان بیٹے کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلا... خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ حضور! یہ بڑا بے ادب اور گستا...

ہے! فرمائیے اسے ٹھیک کرنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کروں

امام عالی مقام نے اس کی بات سن کر یہ نصیحت فرمائی

اسے مارو پیٹو نہیں۔ البتہ کچھ عرصے کیلئے اس سے بات چیت کرنا چھوڑ دو۔ مگر خفگی کو بھی زیادہ طول نہ دینا (بحار الانوار جلد ۲۴' ص ۱۱۴)

اگر ہم یہ چاہتے ہیں! ہماری گود کا پالا بچہ ہر لحاظ سے مثالی اور ہر اعتبار سے معیاری انسان بن کر ابھرے تو خود ہمیں اپنے طور طریقوں' عادتوں اور خصلتوں پر کڑی نظر رکھنا پڑے گی۔

یاد رکھیں! بچے ایک جیتا جاگتا وجود ہیں! وہ سننے سے زیادہ دیکھتے ہیں چونکہ بچے فطرتاً" مقلد ہوتے ہیں اس لئے انہیں جو دکھائی دیتا ہے اسی کی نقل کرتے ہیں یوں کہوں کہ وہ ماں باپ کی حرکات و سکنات کا آئینہ ہوتے ہیں اور وہ اسی بناء پر والدین کو عملی زندگی میں سخت احتیاط اور حد درجہ ذمے داری کا ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

والدین کی نیکی اور شائستگی ہی وہ لیاقت ہے جو اولاد کو برائیوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے (بحار الانوار جلد ۱۵' ص ۱۷۸)

اولاد کو اچھی تربیت دینے کا انداز

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں

خود کو غور و فکر سے عشق اور اسی طرح استغفار کا عادی بناؤ کیونکہ یہ روش تمہاری خامیوں اور خرابیوں کو نہ صرف دور کردے گی بلکہ تمہارے ثواب میں اضافہ کا باعث ہوگی۔ (غرر الحکم۔ ص ۴۹۳)

اپنے اندر پاک و منزہ نیت اور نیکی کی جانب توجہ کی عادت ڈالو تاکہ اپنی کوششوں سے اسے حاصل کرسکو۔ (غرر الحکم۔ ص ۴۹۲)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تربیت میں وہ محبت آمیز رویہ جسے "ترغیب" کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بغیر تربیت کی ذمہ داری کو کما حقہ انجام دینا ناممکن امر ہے اور اگر ترغیب کے انداز کو اختیار کئے بغیر انسانی معاشرے کی تربیت کی ذمہ داری کو کسی طرح سے انجام دے بھی دیا جائے تب بھی اس قسم کی تربیت معاشرے اور اس کے افراد کیلئے مفید نہیں ہوگی اس لئے کہ ایسی تربیت افراد کو نہ صرف سست اور تند مزاج بنادیتی ہے بلکہ مستقبل میں ایسی تربیت انسانوں کو مخالفتوں کے بحر بیکراں سے دوچار کرنے کا باعث بھی بن جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس وہ انداز تربیت جس میں محبت آمیز رویہ اختیار کرکے بچوں کو مختلف کام کی انجام دہی کیلئے انہیں آمادہ کیا جاتا ہے اور انکی حوصلہ افزائی کریں اور اسے انعام دیں۔ اس سے نہ صرف یہ بچے تہہ دل سے ان اعمال کو انجام دیتے ہیں بلکہ وہ مکمل طور پر اس قسم کے اعمال کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں جن کی انجام دہی کیلئے مائل کیا جاتا ہے بچوں کے دلوں میں یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر انداز میں ان اعمال کو بجا لائیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ایسا

گھریلو ماحول جس میں بچے کی اصلاح کیلئے پیار و محبت کو اہمیت دی جاتی ہے اس میں بچوں کے اندر پائے جانے والے نقائص کو دور کرنا زیادہ اہم مسئلہ نہیں ہوتا کیونکہ محبت اور ترغیب میں ایک شدید احساس موجود ہوتا ہے جو معاشرے کے افراد کو پاکی اور درستگی کی راہ پر گامزن کرنے میں بہترین معاون ثابت ہوتا ہے۔

تربیت کا اثر

متوکل جو عباسی خلفاء میں سے شقی ترین خلیفہ تھا اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام منتصر تھا جو شیعہ اور دسویں امام کا پیروکار تھا

منتصر ایک رات امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور کہا

یا ابن رسول اللہ کل رات کو جب میں اپنے باپ کے گھر گیا تو وہاں جشن ہو رہا تھا جس میں میرے باپ نے امیر المومنین امام علی علیہ السلام اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں گستاخی کی اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

امام نے فرمایا

جو بھی معصومین علیہم السلام میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے

منتصر نے کہا

یا ابن رسول اللہ! پس میں آج رات اپنے باپ کو قتل کروں گا

امام نے فرمایا

لیکن تم خود یہ کام نہ کرو

منتصر نے عرض کیا کیوں؟

امام نے فرمایا

باپ کو قتل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمر کم ہوجائے گی

منتصر نے پوچھا

کیا کوئی اور گناہ بھی ہے؟

امام نے فرمایا

نہیں

منتصر نے عرض کیا

پھر میں اپنے باپ کو قتل کروں گا چاہے میری عمر کم ہی کیوں نہ ہوجائے۔

رات کے وقت منتصر اپنے چند غلاموں کے ساتھ باپ کے محل میں داخل ہوا اور متوکل کو چند وزراء کے ساتھ قتل کردیا اس کے بعد منتصر خود خلیفہ بن گیا لیکن چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہا اور دنیا سے رخصت ہوگیا۔

منتصر باوجود اس کے کہ اس کا وراثتی کردار سیاہ تھا لیکن چونکہ اس کی تربیت صحیح تھی اس لئے اسی تربیت کی وجہ سے آخرکار وہ سعادت مند ہوا (داستان ازدواج و تربیت)

بچے سے محبت کی کمی کے اثرات

بچے کیلئے ماں کے دل میں محبت کی کمی سے بچے کئی مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً" بھوک نہ لگنا' نیند نہ آنا' سوتے وقت بڑبڑانا' بستر گیلا کر دینا

اپنے آپ کو نمایاں کرنے اور مرکز توجہ بنانے کیلئے طرح طرح کی بری عادتوں میں مبتلا ہو جانا' ماں کی محبت سے محرومی کی صورت میں یہ تمام نتائج نکل سکتے ہیں۔

بچوں میں ابتدائی چار سال محبت کی کمی کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے جو بچہ ماں کی محبت سے پوری طرح محروم ہوتا ہے وہ ضدی' جھگڑالو اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ وہ کسی پر رحم اور شفقت نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شخص اور ہر چیز کے بارے میں منفی خیالات رکھتا ہے' ایسا بچہ خود غرض بن جاتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتا ہے

جو بچہ ماں کی محبت سے پوری طرح محروم ہے یا جسے کم محبت ملتی ہے وہ ادھر ادھر سے محبت تلاش کرنے لگ جاتا ہے اور ہر سچی یا جھوٹی محبت سے متاثر ہو جاتا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسی بے راہ روی کی بنیاد زیادہ تر محبت سے محرومی ہی بنتی ہے۔

بچے سے محبت میں زیادتی

بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک بہت اچھا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ ہو۔ محبت میں زیادتی بچوں کی عادتیں بگاڑ دیتی ہے اور وہ ضدی' حریص اور لاڈلے

ہوجاتے ہیں

محبت کی زیادتی کا سبب جو بھی ہو' یہ بہت نقصان دہ چیز ہے اس سے بچوں میں احساس ذمہ داری کمزور پڑ جاتا ہے ان کی دماغی صلاحیتیں کم ہوجاتی ہیں اور وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا نہیں سیکھ سکتے۔

ایسے بچوں میں ایک طرح کا احساس برتری پیدا ہوجاتا ہے وہ اقتدار طلب مغرور ہوجاتے ہیں بڑے ہوکر جب معاشرے میں انہیں یکسر مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ جھنجلا جاتے ہیں اضطراب' ہیجانی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اور کبھی مفید شہری نہیں بن سکتے۔

بچے کی صحیح تعلیم و تربیت کیلئے معتدل محبت اور متوازن توجہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے

بچوں کی ابتدائی مرحلے میں بے راہ روی کے اثرات

☆ اگر بچے کی جائز ضروریات پوری نہ ہوں تو بچہ ذہنی و جسمانی نشوونما میں کمی آجاتی ہے جس سے وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہوجاتا ہے

☆ بچے کا گھر میں احترام نہ ہونے کی وجہ سے بچہ کا ذہنی سکون چھن جاتا ہے اور بے راہ روی کا شکار ہوجاتا ہے

☆ اگر بچے کی خوراک، پوشاک کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو تو بچے کی شخصیت میں لافانی کرب جنم لینے کا امکان پیدا ہوجاتے ہیں

☆ میاں بیوی کی ان بن کے سبب سے بچوں میں شدید ذہنی الجھنیں پیدا ہوتی ہے جس سے گھر سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنا وقت ہمسایہ اور دوستوں کے ساتھ گزارتا ہے۔

☆ جرائم پیشہ والدین کے بچے براہِ راست بے راہ روی کا سبب نہ بنیں تو بھی بچے ان مجرمانہ کردار کی تقلید کرنے لگتے ہیں

☆ والدین بچوں کو کھلونا سمجھتے ہیں اور کافی عرصہ تک ان کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام نہیں کرتے۔ جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں تو وہ بگڑنے لگتے ہیں تو والدین بگڑے بچے کو سزا اور دھمکیوں سے انکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں بچے چونکہ اس سلوک کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنے لگتے ہیں۔ ان کی ملاقات محلے کے دوسرے بھگوڑوں سے ہوتی ہے تو بچے ملکر شرارتوں کا آغاز کرنے لگتے ہیں

☆ والدین کی بچوں سے محبت میں غیر اعتدالی یا فقدان

☆ بچوں پر والدین کا نگرانی نہ کرنا
☆ والدین کی اقتصادی مصروفیات کی وجہ سے اولاد کو وقت یا توجہ نہ دینا
☆ والدین کی سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے بچے بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں

اسلامی تربیت کا مقصد

مقصد وہ نقطہ ہے جس کی طرف انسان حرکت کرتا ہے مقصد ہی انسان کی زندگی کی سمت اور انسان کی کوششوں کو روشن کرتا ہے۔

اسلامی تربیت کا مقصد انسان کی شخصیت کے تمام مادی و معنوی اور ذہنی پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے تاکہ انسان نہ صرف اپنی ذات کے بارے میں بلکہ پوری دنیا کے بارے میں مکمل معرفت حاصل کرسکے اور یہی اس تربیت کا مقصد بھی ہے

اسلام کا نظام تربیت خداوند واحد و یکتا کی ذات والا صفات پر ایمان و عقیدہ کی بنیاد پر استوار ہے اسلام نے لاالہ الا اللہ کو اپنے عتقادی اور تربیتی نظام کا شکار (علامت) قرار دیا ہے تاکہ تمام انسان خدائے واحد کو اپنا محور و مرکز قرار دیں اسلامی آئین اور شریعت کو قبول کرنے والی اقوام پر اسلامی نظام نے جو گہرے اثرات مرتب کئے ہیں اگر انہیں پیش نظر رکھ کر جائزہ لیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ پوری دنیا میں کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جس نے اسلام کی طرح اپنے پیروکاروں کے قلوب پر حاکمیت حاصل کی ہو

آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کی اہمیت

تربیت با معنی بلند کرنا' ارتقاء' رشد کرنا' کوشش کرنا' جدوجہد کرنا' کمال تک پہنچانا تعریف تربیت:۔ درجہ بدرجہ تربیت و تنظیم کے ساتھ کسی بچے کو استعداد و صلاحیت کے لحاظ سے رشد و کمال کی منزل تک پہنچانے کا نام تربیت ہے!

تربیت دو اقسام کی ہوتی ہیں

اول مادی (جسمانی تربیت)　　　دوئم معنوی (روحانی و ذہنی تربیت)

تربیت مادی۔ میں پرورش یا پالنے پوسنے کی باتیں آتی ہیں

تربیت معنوی میں محاسن و مکارم اخلاق کے ہر رشتے سے وابستہ ہے

چنانچہ سرپرستوں کا بس یہی ایک فریضہ نہیں کہ وہ اپنے بچوں کو صرف مادی سہولتیں پہنچائیں بلکہ ان کیلئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ کھلے دل سے اور نہایت اخلاص کے ساتھ بچوں کے دل و دماغ میں روحانی اور اخلاقی قدروں کی روشنی بھی تیز کرتے رہیں

اعلیٰ خیال اور بلند نگاہ والدین بچوں کیلئے سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں چنانچہ وہ اپنی اولاد کے واسطے مادی سہولت کے ساتھ ساتھ۔ فکر و نظر اور نفس و ضمیر کی خوبیوں کے زیادہ طلبگار ہوتے ہیں!

آیئے' دیکھئے! اللہ کا رسولؐ سرکار ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں

اے علی! خدا لعنت کرے ان ماں باپ پر جو اپنے بچے کو ایسی بری تربیت دیں کہ جس

کے سبب نافرمانی (عاق) تک نوبت آ پہنچے (مستدرک الوسائل جلد ۲، ص ۶۲۵)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے

اللہ کی رحمت ان ماں باپ کے شامل حال رہے جو اولاد کو ڈھنگ کی تربیت دیں، جس سے وہ اپنے والدین کیلئے اچھا رویہ اپنانے میں مدد حاصل کر سکیں (فروغ کافی جلد ۶، ص ۴۸۔ مستدرک جلد ۲، ص ۲۵)

رسول خداؐ نے فرمایا :

○ یعنی اپنے بچوں کی تربیت کرو کیونکہ تم سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا (وسائل جلد ۳ ص ۳۵)

رسول مقبولؐ نے فرمایا :

○ "بچوں کے درمیان عدل کے ساتھ برتاؤ کرو۔ بالکل ایسے ہی جیسے تم چاہتے ہو کہ تمہاری نیکی اور لطف و کرم میں عدل سے کام لیا جائے"۔

(المحجتہ البیضاء جلد ۲ ص ۴۳)

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا :

جو بھی بچوں کے ساتھ رہے اسے چاہئے کہ بچوں کا سا رویہ اختیار کرے۔

(من لا یحضر الفقیہ جلد ۳ حدیث نمبر ۴۷۰۷)

○ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا :

اولاد کا حق یہ ہے کہ تم اس کی تربیت کے سلسلے میں پیار، محبت اور عفو و درگزر سے کام لو۔

○ رسول اکرمؐ نے فرمایا :

تربیت میں تحمل سے کام لو اور سختی نہ کرو کیونکہ ہوشیار معلم سخت مزاج استاد سے بہتر ہے۔

○ ارشاد حضرت علیؑ ہے کہ :
سات برس تک بچہ کو آرام دینا چاہئے پھر سات برس تک اس کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرنا چاہئے پھر سات برس تک اس سے کام لینا چاہئے۔

○ ارشاد رسول خداؐ ہے کہ :
بچہ سات برس تک بادشاہ ہے یعنی جو چاہے کرے کوئی روک ٹوک نہیں، پھر سات برس غلام ہے اس لئے کہ ابھی اس میں عقل و شعور اتنا نہیں کہ وہ اچھائی برائی سمجھ سکے مگر بادل نخواستہ صرف باپ کے دباؤ سے وہ اس کے بتلائے ہوئے افعال کو کرے گا یہ اس طرح کی جبری اطاعت ہے جیسے غلام اپنے آقا کی کرتے ہیں پھر اس کے بعد سات برس یعنی پندرہ سے اکیس برس وہ وزیر ہے یعنی اس میں اب خود عقل آگئی ہے اب وہ خود سمجھ کر باپ کا دست و بازو بن کر زندگی کی منزلوں کو طے کرے گا یہ وہ شان ہے جو ایک وزیر کی بادشاہ کے لئے ہوتی ہے۔

ماخذ کتب

1) قرآن الحکیم
2) نہج البلاغہ
3) بحار الانوار جلد
4) ماہیت الامراض
5) مستدرک
6) اسلام دین معرفت
7) انتخاب
8) آئین تربیت
9) اصول تربیت
10) حیات انسانی کے چھ مرحلے
11) نوجوان کیا کریں
12) گناہان کبیرہ
13) طب امام رضاؑ
14) ازدواج در اسلام
15) خواتین کے حقوق اسلام میں
16) رسالہ وحدت اسلامی
17) اسلام اور میڈیکل سائنس
18) مکارم اخلاق جلد اول
19) غرر الحکم
20) وسائل الشیعہ
21) تفسیر روح البیان جلد اول
22) بچے کی تربیت
23) تہذیب اسلام
24) کودک از نظر وراثت و تربیت